اور انسانوں میں سے "نذیر" بننے کی خبردی ہے ۔ اور آیت انما انت منذر (رعد ع ۱) کے مطابق نذیر رسول ہوتا ہے ۔ تو گویا اس آیت میں خبردی ہے ۔ کہ آئندہ ایسے نبی پیدا ہوتے رہینگے ۔ جن پر روح القدس نازل ہوگا ۔ اور وہ لوگوں کے لئے نذیر ہونگے ؛

ساتویں دلیل :۔ نسل ابراہیم کیلئے وعدہ کیا گیا کہ انہیں ابد الآباد تک براہیمی رنگ کی امامت (نبوت) جاری رہیگی ہاں لاینال عھدی الظالمین کا بھی ارشاد ہوا ۔ (بقرہ ع ۱۵) کہ جو ظالم ہونگے وہ میرے اس عہد میں شامل نہیں ۔ ان کے سوا سب ملی قدر مراتب حصہ لیں گے ۔ اس آیت میں جس امامت کا وعدہ ہے ۔ وہ وہی ہے جس سے حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد میں سے انبیاء وغیرہ ہوئے ۔ یعنی وہ نبوت ہے ۔

قرآن کریم اور مسلمانوں کے خیال میں کسقدر اختلاف ہے اللہ تعالیٰ تو اس نعمت عظمیٰ سے محروم گروہ کو "الظالمین" کے نام سے یاد کرتا ہے اور ہمارے بھائی اپنے آپ کو "خیر امتہ" کہتے ہوئے اس نعمت سے بے نصیب ہونے کے مدعی ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت ابراہیم سے کیا تھا اسکو پورا کیا اور کریگا ۔ اور سلسلہ نبوت جاری رہیگا ۔ کیا منکرین اجراء نبوت کے پاس کوئی دلیل ہے ۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ آئندہ کیلئے یہ وعدہ منسوخ کیا گیا ؛

آٹھویں دلیل ۔ خدائے پاک فرماتا ہے ۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (مزمل ع ۱) کہ یہ رسول مثیل موسیٰ ہے جسطرح وہ فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے ۔ اسی طرح یہ رسول تمہاری طرف مبعوث ہوا ہے اور پھر دوسری جگہ خلافت محمدیہ کے متعلق فرمایا ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الآیۃ (نور ع ۷) کہ مومنوں اور نیکوکاروں سے ہمارا وعدہ ہے کہ ہم ان کو زمین میں ویسے ہی خلیفے بنائینگے جیسے کہ ان سے پہلے ۔ (بنی اسرائیل میں) ہو گزرے ہیں ۔

گویا رسول کریم کو مثیل موسیٰ اور خلافت محمدیہ کو خلافت موسویہ کے پہلو بہ پہلو بتلایا گیا ہے ۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ بنی اسرائیل میں تو ہزاروں نبی ہوں اور امت محمدیہ کے لئے نبوت کا دروازہ ہی بند کردیا جائے ۔

اب آپ خود غور فرماویں کہ دریں صورت مسلمانوں کی بنی اسرائیل سے کیا نسبت ؟ اور ان آیات کا کیا مدعا ؟

نویں دلیل :۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت کی غرض اتمام حجت بتلاتے ہوئے فرماتا ہے ۔ ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر (مائدہ ع ۳) کہ تا تم یہ نہ کہہ سکو ۔ کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر (نبی) نہ آیا تھا ۔ اور پھر دوسری طرف فرماتا ہے ۔ کلما القی فیھا فوج سالھم خزنتھا الم یاتکم نذیر قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر الآیۃ (الملک ع ۱) کہ جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائیگا ۔ تو دوزخ کے داروغے ان سے

پوچھیں گے۔ کہ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہ آیا تھا۔ تو وہ جواب میں کہیں گے۔ کہ ہاں ہمارے پاس نذیر تو آئے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نازل نہیں فرمایا۔ اب اگر نزول قرآن کے بعد کے لوگ بھی دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ تو پھر یہ ماننا ضروری ہے۔ کہ تاقیامت خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر اس کا الہام پاکر نذیر (نبی) آتے رہینگے۔ اور نبوت کا دروازہ بند نہ ہوگا ؏

اس جگہ جن ڈرانے والوں کا ذکر ہے۔ وہ یقیناً نبی ہونگے۔ کیونکہ وہ مامور بھی ہونگے۔ اور خدا کا الہام ان پر اترتا ہوگا۔ جیسا کہ ما نزل اللّٰہ من شیءٍ کا مفاد ہے۔ اور پھر ان کی تکذیب دوزخ میں لیجانیوالی چیز ہے۔ جیسا کہ "فکذبنا" سے عیاں ہے۔ لہٰذا یہ آیت بھی امکان نبوت کیلئے زبردست دلیل ہے؀

دسویں دلیل ۔ یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا (بقرع ۳۷) کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے "الحکمۃ" دیتا ہے۔ اور جسکو "الحکمۃ" دی جاویگی۔ اسکو تو گویا خیر کثیر دی گئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ "الحکمۃ" کے دئے جانے کا سلسلہ تاقیامت جاری ہے۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ الحکمۃ کے معنی نبوت کہاں لکھے ہیں۔ تو یہ عبارت پڑھنی چاہیئے "الحکمۃ النبوۃ والاصابۃ فی الامور" (زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۶ صا ۶) کہ الحکمۃ کے معنی نبوت اور صائب الرائے ہونے کے ہیں۔ پس الحکمۃ بمعنی النبوۃ تاقیامت جاری ہے۔ وہوالمقصود۔

گیارہویں دلیل :۔ قرآن پاک میں ارشاد باری ہوا۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی الآیۃ (اعراف ع ۴) کہ اے انسانو اتم میں آئندہ رسول آتے رہینگے۔ جو کہ تم پر میری آیات کو پڑھینگے۔ ان کا انکار مت کرنا۔ ورنہ مکذبین سے ہم کہینگے۔ "ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار" کہ تم بھی پہلے مکذبین کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

قرآن کریم نے نوع انسان کی بہتری کے لئے آئندہ انبیاء کی آمد کو بطور خوشخبری بیان فرمایا۔ اسی لئے مضارع با نون ثقیلہ کا صیغہ رکھا ہے۔

اسلوب قرآن سے ناواقف لوگ اس جگہ "بنی آدم" کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ کہ اس سے مراد نزول قرآن سے پہلے کے لوگ ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی تخصیص نہیں۔ اور نہ ہی نزول قرآن کے بعد کے لوگ "بنی آدم" سے خارج ہیں۔ اگر یہ لوگ "بنی آدم" سے خارج ہوں۔ تب تو ہمارے مخالفین کا استدلال ٹھیک ہے۔ ورنہ ان کو امکان نبوت کا قائل ہونا چاہئے۔ اور قرآن کریم کے تو محاورہ

میں عمومیت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے پیشتر کے تین مقامات میں ہے۔

(۱) یابنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوأتکم وریشًا۔ (۲) یابنی آدم لا یفتننکم الشیطان (۳) یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف ع۳)

چونکہ ان تینوں مقامات پر بالاتفاق جمیع بنی آدم مراد ہیں۔ لہٰذا چوتھی جگہ بھی جمیع بنی آدم مراد ہوں گے۔

پس یہ آیت بھی اجراء نبوت پر بالصراحت دلالت کرتی ہے۔

بارہویں دلیل:۔ اللہ تعالٰے نے حضرت ابراہیمؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ اور دیگر انبیاءؑ کا ذکر کر کے فرمایا ہے۔

وکذالک نجزی المحسنین (انعام ع۱۰) کہ ہم المحسنین سے ہمیشہ ہی یہی سلوک کریں گے۔ اور وہ اعلیٰ نعمت (نبوت) سے بھی مشرف ہونگے۔ اب اگر امت مرحومہ میں "محسن" ہو سکتے ہیں۔ اور یقیناً ہو سکتے ہیں۔ تو وہ یقیناً علیٰ قدر مراتب اس نعمت سے حصہ پائیں گے۔ اور ان کا اعلیٰ فرد ضرورت کے وقت نبی کے نام سے بھی موسوم کیا جائیگا۔ اس میں کوئی امتناع نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں فرمایا۔

یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا (مومنون ع۴)

کہ اے رسولو! نیک کام کرو۔ اور عمل صالح بجالاؤ۔ چونکہ اب آنے والے رسول شریعت اسلامیہ کے پابند ہونے تھے۔ لہٰذا جس طرح قرآن نے یاایھا الذین آمنوا کے خطاب سے مومنوں کو مامور کیا۔ ویسا ہی انبیاء کے لئے بھی اس میں حکم نازل فرمایا۔

ان بارہ دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ آئندہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں۔

اے عزیزو! آپ خدا کے لئے علیحدہ ہو کر غور فرماویں۔ کہ آیا غلامان محمد صلعم کا نبی بننا آنحضرت صلعم کی عزت کو بڑھاتا ہے۔ یا کم کرتا ہے۔ اور پھر آیات قرآنیہ کس اعتقاد کی مؤید ہیں۔ اللہ تعالٰے آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کو قبول حق کی توفیق بخشے:۔

خاکسار:۔ اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان [illegible] قادیانی

فہرست کتب

مندرجہ ذیل کتابیں احباب اگر خرید کریں۔ تو نہ صرف انکے اپنے معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ وہ اسے تقسیم کرکے تبلیغ کے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہوسکینگے خدا کے فضل سے یہ نہایت نادر مجموعہ ہے۔ خاص توجہ فرماویں۔

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مھدی الا عیسیٰ جس میں تمام احادیث متعلقہ مھدی پر جرح ہے ۴ر

چند کارآمد حوالے ۱ ۔۔ ۱ر
۔۔ ۲ ۔۔ ۱ر
شیعہ سوراج ۱ر
آریہ سماجی و گاندھی جی ۱ر
احمدی غیر احمدی میں فرق ۱ر
مسیح موعودؑ و امت محمدیہ ۱ر
اسلام کی اندرونی تصویر ۱ر
کفارہ ۱ر
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ ۱ر
ذبیحہ گائے اور ہندوؤں کے وید شاستر ۱ر

چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب ۱ر
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض ۱ر
تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے ۱ر
احمدی عقائد بمقابلہ ۱ر

نایاب کتابیں

شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب ۴ر
پیغام حق ۳ر
تحقیق امام آخر الزمان
کتب شیعہ سے احمدیت کی تصدیق ۱۲ر
مباحثہ بمبئی
فائل تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۰ء تک بیس روپے ۱۰ر

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کتب

۱۔ براہین العقائد۔ فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دیئے ہیں۔ ۸ر

۲۔ معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح (ثانی) کے درس القرآن فی رمضان سے گیارہ پاروں کے نوٹ ۸ر

۳۔ مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذہبی کانفرنس لاہور میں کل مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پڑھا گیا ۳ر

۴۔ سلسلہ احمدیہ و تصوف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضامین پڑھے گئے ان کا ترجمہ۔ ۵ر

۵۔ اہل بہاء کی شریعت جدیدہ۔ نہایت معرکۃ الآراء مضمون ہے جو نایاب بہائی کتب کا خلاصہ ہے اسکے ساتھ تصوف کا مضمون بھی جو ہماری طرف سے ویمبلے کانفرنس لنڈن میں پڑھا گیا۔ ۶ر

۶۔ کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مایۂ ناز اعتراضات شہادات مرزا کا دندان شکن جواب ۶ر

۷۔ مباحثہ سرگودہ۔ تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت و نبوت مسیح موعودؑ پر ہوا۔ ۶ر

۸۔ التشریح الصحیح فی نزول المسیحؑ مسئلہ نزول مسیحؑ کے متعلق تمام دلائل جمع کر دیئے ہیں۔ ۶ر

۹۔ الاستخلاف۔ شیعہ سنی اختلافات میں محض آیات قرآنی سے فیصلہ۔ ۴ر

۱۰۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی۔ پیشگوئیوں کے متعلق اصول فیصلہ بھی تمام اعتراضات کا جواب ۸ر

نوٹ:۔ دسوں کتابوں کے اکٹھے خریدار کو سوا تین روپے (۳ ؎) میں یہ کتابیں دیجائینگی۔

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

ہندوؤں آریوں کے متعلق

عقیدہ تناسخ کا حل آریہ سماج سے بیس سوالات ۲۱/۳۰

دیو سماج کے مطالبے اور اعتراض کا جواب ۱۲۱/۱۲۹

روح و مادہ حادث سلسلۂ خلق قدیم ۱۸۰/۱۸۲ و ۲۱۶/۲۲۰

دُنیا میں ویدوں نے کیا کیا ۲۶۷/۲۷۱

مخلوق کی قدامت نوعی حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے دو مکتوب ۲۸۱/۲۸۳

گوشت خوری پر علمی نظر ۳۲۱/۳۳۰ و ۳۶۱/۳۶۹ ۴۰۱/۴۱۳

شیعوں اور بہائیوں کے متعلق

معراج نبوی میں شان عروج مرتضوی ۳۱۳/۳۲۰

حضرت علیؓ کی بیعت ابو بکر الصدیقؓ سے ۴۲۴/۴۳۲

شذرات، مقتبسات، متفرقات

شذرات ۳۰/۳۲

ٹرکی میں مذہبی اصلاحات ۸۰/۸۱

شذرات ۱۱۷/۱۲۰

شذرات ۱۵۵/۱۶۰

شذرات ۱۹۵/۱۹۷

المقتبسات ۲۳۳/۲۳۶

شذرات ۲۸۳/۲۸۴

ترجمہ انگریزی ریویو ۳۱۰/۳۱۳

المقتبسات ۳۹۶/۴۰۰

تسبیح کے دانے ۴۴۰

غلبۂ روم ۴۷۱/۴۷۳

اسلامی اخلاق ۴۷۳/۴۷۴

مرشد کامل اور اسکی پہچان — ۲۲۱/۲۳۳
سوالات و جوابات۔ — ۳۸۳/۳۸۶
کیا رسول اللہ کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے — ۳۸۶/۳۹۲
القصیدہ العربیہ۔ — ۳۹۳/۳۹۵
پیشگوئیوں کی تعبیر میں نبیوں سے احتمال خطا — ۴۱۳/۴۲۲
لنڈن میں مسجد احمدیہ کا افتتاح — ۴۳۳/۴۳۹ و ۴۷۹/۴۸۰
ابن عباسؓ کی حدیث میں لفظ من السماء اور حضرت مسیح موعودؑ پر اُسکے حذف کا الزام ناروا — ۴۴۱/۴۵۰
رویت باری تعالےٰ و سُرخی کے چھینٹے — ۴۵۵/۴۵۹

احمدیت کے مخالفین کے جواب

مراق کی اصل حقیقت کا انکشاف — ۲۸۵/۲۹۷
اُمت محمدیہ میں اجرائے سلسلہ نبوت — ۴۷۵/۴۷۸

عیسائیوں کے متعلق

پادری صاحبان سے تین سوال اور کفارہ کا ابطال — ۱۲/۱۸
کیا انسان کی فطرت میں بدی ہے؟ — ۹۲/۱۰۷
انجیل کوئی کتاب نہیں۔ — ۱۲۹/۱۳۲
جمالی اور جلالی مسیح — ۱۳۳/۱۳۶
تورات و انجیل میں سرور کائنات کے متعلق پیشگوئیاں — ۲۰۹/۲۱۶ و ۳۴۱/۳۴۴
عالمگیر مذہب۔ — ۳۵۳/۳۶۰

اسلام کی تائید میں

- جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء پر حضرت امام کی دو تقریریں — ۸۱/۹۲
- پادریوں کے سردار مستشرقین یورپ کے ناروا حملے — ۱۱۱/۱۱۳ و ۱۸۰/۱۸۲ و ۱۸۵/۱۸۷
- دنیا کا امن لوکارنو کا عہدنامہ — ۱۱۴/۱۱۸
- اہل قرآن کی کلام الرسول سے جہالت — ۱۳۶/۱۳۹
- اعجاز القرآن — ۱۴۰/۱۵۰ و ۱۶۶/۱۶۹
- کیا جن پر علماء کفر کا فتویٰ لگائیں ان کا قتل حکم اسلام ہے — ۱۶۱/۱۶۴
- دانشمندِ مشرق مغرب میں — ۱۸۲/۱۸۵ و ۲۷۳/۲۸۰ و ۳۷۰/۳۸۱ و ۴۲۶/۴۳۲ و ۴۶۰/۴۷۰
- مسلمانوں کے احسانات سائنس و ادبیات پر — ۲۰۱/۲۰۸
- نجات — ۲۴۱/۲۶۰
- قوت سامع کی اہمیت اور ضرورت پر فلسفیانہ نظر — ۲۶۱/۲۶۷
- محاسن اسلام — ۲۹۷/۳۰۳ و ۴۵۰/۴۵۵
- عبادت اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب — ۳۰۲/۳۰۹ و ۳۴۸/۳۵۲ و ۳۸۱/۳۸۳

احمدیت کی تائید میں

- حضرت مسیح موعودؑ کی معجزانہ کتاب فی ست مسنۃ پر اعتراض کا جواب — ۱/۱۲
- طلوع الشمس من مغربہا — ۱۸/۲۰
- امکانِ نبوت در خیر امت — ۳۳/۴۰
- الدجال — ۴۱/۷۵
- چند کارآمد حوالے — ۷۵/۷۹
- صداقت حضرت مسیح موعودؑ از روئے بائیبل — ۱۰۷/۱۱۴
- مذہبی اتحاد کا بہترین اصل — ۱۵۱/۱۵۴
- ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ — ۱۸۸/۱۹۱
- احمدیت مغربی لٹریچر میں — ۱۹۱/۱۹۵ و ۴۳۷/۴۴۰

ضمیمہ ریویو جنوری ۱۹۲۷ء

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
اردو رسالہ

(کی)

پچیسویں جلد کے مضامین

(کی)

فہرست

بابت ۱۹۲۶ء

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

ایڈیٹر ۔ قاضی محمد ظہور الدین ۔ اکمل

چندہ سالانہ اندرون ہندوستان تین روپے بیرون ہندوستان سے ... تین روپے

مصدقہ طلباء اور غریب احمدیوں سے خاص رعایت ہے

نمبر (۱) جنوری سنہ ۱۹۲۶ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ جلد (۲۵)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
حضرت مسیح موعودؑ کی معجزانہ کتاب ست بچن پر اعتراض کا جواب	۱ — ۱۲	مولانا فضل الدین صاحب وکیل
پادری صاحبان سے تین سوال کفارہ کا ابطال	۱۲ — ۱۸	مولانا جلال الدین صاحب شمس
طلوع الشمس من مغربہا	۱۸ — ۲۰	مولوی فاضل مبلغ دمشق (شام)
عقیدۂ تناسخ کا حل	۲۱ — ۲۳	
نمبر ۲ آریہ سماج سے بیس سوالات	۲۳ — ۳۲	مولانا اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری
امکان نبوت در خیر امت	۳۳ — ۴۰	سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام قادیان

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا

ریویو اُردو کو پانسو خریدار مزید دئیے جائیں

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

آپکو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں یہ اعلان فرمایا کہ رسالہ ریویو اُردو کو کم از کم دس ہزار خریدار دیئے جائیں یہ اُسوقت کا فرمان ہے جبکہ جماعت قلیل تعداد میں تھی۔ اسوقت جبکہ خدا کے فضل سے اسکی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے اور دنیا کے تمام اطراف میں پھیلی ہوئی ہے آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ ریویو کے کتنے خریدار ہونے چاہئیں مگر حال یہ ہے کہ خریدار اسقدر کم ہیں۔ جو معمولی اخراجات سالانہ بھی پورے نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس سال سات سو روپیہ کا نقصان ہے ان حالات میں سخت دِقت درپیش ہے۔ اگر تمام احباب جماعت احمدیہ پوری پوری توجہ نہ دینگے اور کم از کم پانسو خریدار مزید جلسہ سالانہ پر بہم نہ پہنچادینگے تو رسالہ کا چلانا دشوار ہو جائیگا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کو رسالہ ریویو کی خاطر یہانتک منظور تھی کہ اپنا جاری کردہ رسالہ تشحیذ الاذہان بند کر دیا تاکہ جماعت کی توجہ ایک رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف لگ سکے۔ آپ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا کہ ریویو کی نسبت کچھ کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی نسبت خود بہت بڑی سفارش فرمائی ہے پس دوستوں کو بہت جلد ریویو کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہر ایک ذی اثر احمدی اپنا فرض سمجھے کہ اپنے اپنے حلقۂ اثر اور مقامی جماعت سے خریدار پیدا کرے۔ ریویو اُردو میں اسلام و احمدیت کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید نہایت مدلّل مفصّل جامع علمی مضامین چھاپے جاتے ہیں ہر احمدی پر انکا مطالعہ واجب ہے نہ صرف اپنے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ بحث مباحثہ دعوۃ و تبلیغ میں بھی کافی مدد ملتی ہے یہ ذخیرۂ علمی اگر ہر ماہوار خرچ کرنے پر ملجائے تو کچھ مہنگا سودا نہیں۔ امید ہے اس اپیل کو بتوجہ خاص پڑھا جائیگا اور جلسہ سالانہ پر ہم یہ شائع کرنے کے قابل ہو سکیں گے کہ ریویو اُردو کو پانسو خریدار مل گئے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ فتح محمد سیال

ماہ فروری کا رسالہ وی پی ہوگا

تمام خریداران اُردو رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو اطلاع ہو کہ حسب معمول ماہ فروری کا رسالہ ۱۹۲۶ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کیلئے ۵ر فروری کو وی پی ہوگا امید ہے کہ احباب کرام وصول فرمائینگے اور ایک وی پی بھی واپس انکاری نہ ہوگا۔ نیاز مند مینجر اُردو ریویو قادیان

حضرت مسیح موعودؑ کی معجزانہ کتاب

فی ستّ سنۃ پر اعتراض کا جواب

(ایک مشہور عالم نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عربی عبارت پر اعتراض کیا کہ جو فی ستّ سنۃ لکھے کیا اس کا کلام بھی معجزانہ ہو سکتا ہے۔ جس کا تسلی بخش اور مسکت جواب ہمارے مکرم مولانا فضل الدین صاحب نے دیا۔ جو ناظرین کے افادہ کیلئے شائع کیا جاتا ہے (ایڈیٹر))

جس عبارت پر اعتراض کیا گیا ہے وہ سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کرامات الصادقین کے ٹائیٹل پیج کے آخری صفحہ پر اس طرح پر شائع ہوئی ہے "منہا ما وعدنی ربّی واستجاب دعائی فی رجل مفسدٍ عدو اللہ ورسولہ المسمّی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الھالکین انہ کان یسبّ نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ستّ سنۃٍ۔ انّ فی ذالک لاٰیۃ للطالبین" اس سے ظاہر ہے کہ جو عبارت کرامات الصادقین میں شائع ہوئی تھی وہ فی ستّ سنۃٍ ہے نہ کہ فی ستۃ سنۃٍ اس امر کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ بعض جگہ یہ عبارت بعدہٗ نقل کرتے وقت غلطی سے ستۃِ سنۃٍ لکھی گئی ہے اس کے بعد اصل اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ کتاب کرامات الصادقین جس میں عبارت محوّلہ شائع ہوئی ہے اور اس میں فقرہ ستِّ سنۃٍ آیا ہے۔ ۱۰ صفر ۱۳۱۱ھ ہجری کو شائع ہوئی تھی جیسا کہ کتاب کے ٹائیٹل پیج صفحہ آخری کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے اور ۱۰ صفر ۱۳۱۱ھ ہجری مطابق ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء کے ہے اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی کتاب کرامات الصادقین میں جو فی ستّ سنۃٍ لکھا گیا ہے آیا اُس کی یہ وجہ ہے کہ آپ کو علم نہ تھا کہ ستّ کی تمیز کیا آتی ہے یا آپ کو علم تھا اور ستّ سنۃٍ لکھا جانے کی کوئی اور وجہ ہے۔

اوّلاً - حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب سِرّ الخلافہ کے ٹائیٹل پیج ص۲ پر تحریر فرمایا ہے:-

"نکتہ چینوں کے لئے ہدایت اور واقعی غلطی کی شناخت کے لئے ایک معیار - اکثر جلد باز نکتہ چین خاص کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں بباعث ظلمت تعصب کاتب کے سہو کو بھی غلطی کی مد میں داخل کر دیتے ہیں لیکن درحقیقت ہماری صرفی یا نحوی غلطی صرف وہی ہو گی جسکے مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اور مقام میں نہ لکھا گیا ہو۔ مگر جبکہ ایک مقام میں کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دس بیس یا پچاس مقام پر صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے تو اسکو سہو کاتب سمجھنا چاہئیے نہ کہ غلطی۔ حالانکہ جس جلدی سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر اسکو ملحوظ رکھیں تو اپنے ظلم عظیم کے قائل ہوں اور ان تالیفات کو خارق عادت سمجھیں" اُس اصل کے مطابق اگر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں بیسیوں مقامات پر اس ترکیب کا استعمال جس پر اعتراض کیا گیا ہے صحیح اور درست طور پر پایا جاتا ہے تو یہ کہنا ظلم ہو گا کہ فی ستّ سنۃٍ کی ترکیب حضرت مسیح موعودؑ کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے بلکہ ماننا پڑیگا کہ یہ غلطی طباعت کی ہے یا سہو کاتب ہے جو کاپی یا پروف دیکھتے وقت نظر انداز ہو گئی ہے اب تک ہندوستان کے مطابع میں تصحیح کا ایسا اعلیٰ انتظام نہیں ہے کہ چھپائی میں غلطیاں نہ رہیں جن لوگوں نے قرآن شریف یا کتب احادیث کو صحت کے ساتھ چھاپنے کی بڑی بڑی کوششیں کی ہیں ان سے بھی چھپائی اور کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں اور دوسری کتب جن میں اتنا اہتمام نہیں کیا جاتا اُن میں تو جسقدر اغلاط چھپائی اور لکھائی کے رہ جاتے ہیں اظہر من الشمس ہیں خود اعظم گڈھ سے جو تالیفات شائع ہوتی ہیں ان میں بھی کتابت اور چھپائی کی اتنی غلطیاں رہ جاتی ہیں کہ بارہا سید سلیمان صاحب ندوی خود چیختے اور چلاّتے ہیں اور رسالہ معارف میں اِس قسم کی شکایت و معذرت کئی بار چھاپ چکے ہیں۔

اب ہم اِس امر کا فیصلہ کرنیکے لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ یہ جانتے تھے یا نہیں کہ ستّ وغیرہ کی کیا تمیز آتی ہے۔ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تحریروں کو دیکھتے ہیں۔ تو سب سے پہلے

خود اس کتاب کرامات الصّادقین کے مختلف صفحات میں یہ ترکیب اس طرح استعمال ہوئی ہے۔ انی نظمت فی ھٰذہِ الایّام قصائد و نقّفتھا فی ثلاثۃِ ایامٍ او اقلّ منھا۔ یہاں عام قاعدہ کے مطابق ثلاثۃِ ایامٍ کی ترکیب میں ثلثۃ کی تمیز ایامٍ لائی گئی ہے جو کہ جمع ہے۔ صفحہ ۷۵ ان الصفات مع اسم الذات خمسۃ ابحرٍ قد تقدم ذکرھا۔ صفحہ ۷۷ وقد علمت ترتیب خمسۃ ابحرٍ التی تجری بعضھا تلو بعضٍ۔ صفحہ ۸۰ ان الفاتحۃ سبع ایاتٍ۔ صفحہ ۸۸ فھنالک تکون ثمانی صفاتٍ۔ صفحہ ۹۵ قیل ان الطریق لا یسمّٰی صراطاً عند قومٍ ذوی قلبٍ و نورٍ حتّٰی یتضمّن خمسۃ امورٍ۔ ان تمام مقامات میں بھی مطابق عام قاعدہ کے یہ سب تمیزیں جمع استعمال ہوئی ہیں۔ کتاب کرامات الصّادقین کے متعلق اوپر بتایا گیا ہے کہ یہ صفر ۱۳۱۱ہجری مطابق اگست ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی اس سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء میں چھپکر شائع ہو چکی تھی اس کتاب کے صفحات ذیل میں بطریق ذیل بھی ترکیب متعدد مقامات پر استعمال ہوئی ہے جو مطابق عام قاعدہ کے جمع لائی گئی ہے۔ صفحہ ۴۴۷ سطر ۲ فھذہٖ اربعۃ اقسامٍ من الواقعات من سنن اللہ کما مضی۔ صفحہ ۴۴۸ سطر ۲ فلیس حاجۃ الی خمسۃِ الافٍ۔ صفحہ ۵۶۶ سطر ۱ والقی فی قلبی ان اللہ اذا اراد ان یخلق اٰدم فیخلق السمٰوات والارض فی ستۃِ ایامٍ و یخلق کل مالابدّ منہ فی السماء والارضین۔ صفحہ ۵۷۲ سطر ۵ اٰخر المصائب موتک فتموتُ بعد النکاح الی ثلٰث سنین۔ صفحہ ۵۷۳ سطر ۲ الی حولین و ستۃ اشھر۔ صفحہ ۵۷۵ سطر ۸ فمکث خمس سنین لا یخرج احدٌ ابنتہ۔ آئینہ کمالات اسلام کی ان عبارات میں بھی جتنی تمیزیں تین سے لیکر دس تک کی آتی ہیں مطابق عام قاعدہ کے جمع لائی گئی ہیں۔ جن میں ستۃ ایامٍ وغیرہ بھی موجود ہیں۔ حمامۃ البشریٰ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتاب ہے جو رجب ۱۳۱۱ہجری مطابق جنوری ۱۸۹۴ء میں چھپی ہے۔ اسکے صفحہ ۸۴ میں ہے بعد ثلٰثۃِ ایامٍ او سبع ساعاتٍ اور صفحہ ۸۸ سطر ۹ میں حضورؑ لکھتے ہیں " بعضھم ذھبوا الی انہٗ مات الی ثلاث ساعاتٍ او سبع ساعاتٍ یہاں بھی جو تمیز ثلاث اور ثلاثۃ کی لائی گئی ہے جمع ہی ہے اور مطابق عام قاعدہ

کے ہے کہ تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع آتی ہے۔ ایک اور کتاب الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جون سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع فرمائی تھی اسکے صفحہ ۹۰ سطر ۱۱ میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں ظھر الخناس وکان ھو الی ستۃ الاف کالجنین فی غلاف اور صفحہ ۹۱ سطر ۴ میں لکھا ہے کثرت الاوساخ والادناس وقد مضی علیہ تسع مأۃ کتسعۃ اشھر۔ لجۃ النور جو سنہ ۱۳۲۶ ہجری میں شائع ہوئی اسکے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں لبث فیھا ثلاثۃ ایام اور صفحہ ۱۲۳ سطر آخری میں لکھا ہے فھذہ عشرۃ ایام ان تمام حوالجات سے جن میں تین سے لیکر دس تک تمیزیں مطابق عام قاعدہ کے استعمال ہوئی ہیں ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ آپ نے لاعلمی یا ناواقفی کی وجہ سے ست سنۃ لکھدیا ہے حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ جس کتاب (کرامات الصادقین) میں ست سنۃ لکھا ہوا ہے خود اس میں اور اس سے پہلی کتابوں اور بعد کی کتابوں میں جو تمیزیں تین سے لیکر دس تک کے اعداد کی آئی ہیں وہ مطابق عام قاعدہ کے استعمال کی گئی ہیں پس مطابق اس اعلان کے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب سر الخلافۃ میں تحریر فرمایا ہے جس کا ایک حصہ اوپر درج کیا گیا ہے یہ ایک معمولی سہو کاتب ہے یا طباعت کی غلطی ہے اور اسپر کسی معترض کا گرفت کرنا ایک ظلم عظیم ہے ؎

ماسوا اس کے تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۹۳ میں زیر آیت لبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین لکھا ہے قال الفراء ومن العرب من یضع سنین موقع سنۃ۔ ترجمہ۔ کہ فراء امام لغت ونحو نے کہا ہے کہ بعض قبائل عرب سنین کو بجائے سنۃ کے جو مفرد ہے تمیز میں لے آتے ہیں۔ سنۃ کی جگہ سنین کا یہ استعمال ظاہر کرتا ہے کہ تمیز کے موقع پر سنین اور سنۃ میں سے ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال ہونا جائز ہے پس اس لحاظ سے اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی جگہ بطور شاذ کے ست سنۃ کی ترکیب میں بجائے سنین کے سنۃ استعمال کیا ہے تو اس پر بھی ان بعض قبائل عرب کے استعمالات کے لحاظ سے اعتراض نہیں ہونا چاہیئے جس کا امام فراء نے حوالہ دیا ہے کیونکہ جب قرآن مجید میں بھی بعض ایسی تراکیب اور محاورات استعمال فرمائے

گئے ہیں جو عام قاعدہ کے مخالف ہیں تو حضرت مسیح موعود ؑ کے کلام میں بھی اگر کسی جگہ عام قاعدہ کے خلاف کوئی ترکیب استعمال ہوگئی ہو تو اسپر اعتراض کرنا سراسر بیجا اور بعید از انصاف ہے۔

اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کی آیت لبثوا فی کہفہم ثلٰث مأۃ سنین میں حمزہ اور کسائی وغیرہ نحویوں کے نزدیک مأۃِ کی تمیز سنین ہے جو جمع ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے۔ "وقرء حمزۃ والکسائی وطلحۃ ویحیی والاعمش والحسن وابن ابی لیلیٰ وخلف وابن سعدان وابن عیسی الاصبہانی وابن جبیر الانطاکی ثلاث مأۃِ سنین باضافۃ مأۃٍ الیٰ سنین یعنی حمزہ اور کسائی اور انکے سوا اور بھی بہت لوگوں نے جن کے نام اوپر درج کیے گئے قرآن مجید کی آیت ولبثوا فی کہفہم ثلاث مأۃِ سنین میں مأۃ کو سنین کی طرف مضاف کرکے پڑھا ہے۔ (یعنی مأۃِ سنین) تفسیر روح المعانی کے اس حوالے سے ظاہر ہے جیسا کہ دوسری تفاسیر میں بھی لکھا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے ایک ثلٰث مأۃٍ سنین یعنی مأۃٍ کی تنوین کے ساتھ اور دوسرے ثلٰث مأۃِ سنین یعنی مأۃِ کو بغیر تنوین کے سنین کی طرف مضاف کرکے"۔ اس دوسری صورت کے متعلق جس میں کہ مأۃِ کو سنین کی طرف مضاف کرکے بغیر تنوین کے پڑھا گیا ہے یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ لفظ سنین جو جمع کا صیغہ ہے یہ لفظ مأۃ کی تمیز واقع ہوا ہے جیسا کہ شارح بیضاوی، صاحب قنوی کہتے ہیں:۔ "وقرء حمزۃ والکسائی ثلاث مأۃ سنین بالاضافۃ علی وضع الجمع موضع الواحِدِ اذ تمییز المأۃ الواحد مع الاضافۃ الیہ فیکون مجرورًا..... فاضافتہا الی الجمع وہو سِنین لجعلہ بمنزلۃ المفرد" قنوی جلد ۵ صـ۲۷ یعنی کہ حمزہ اور کسائی کی جو قرأت ثلٰث مأۃِ سنین ہے جس میں مأۃ کا کلمہ سنین کی طرف مضاف ہے اس میں سنین۔ مأۃ کی تمیز واقع ہوا ہے اور اگرچہ عام قاعدہ یہ ہے کہ مأۃ کی تمیز واحد ہوتی ہے جس کی طرف مأۃ مضاف ہوتا ہے مگر یہاں جمع کو جو سنین ہے واحد کا جو سنۃٍ ہے قائمقام خیال کر لیا گیا ہے غرض اگرچہ عام قاعدہ یہی بیان کیا جاتا ہے کہ مأۃ کی تمیز واحد مجرور واقع ہوتی ہے مگر قرآن مجید کی اس قرأت میں جو حمزہ اور کسائی اور ان کے ساتھی پڑھتے ہیں سب مفسرین کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ خلاف اس عام قاعدہ کے لبثوا فی کہفہم ثلٰث مأۃِ سنین میں مأۃ کی تمیز جمع لائی گئی ہے جو سنین ہے حالانکہ بموجب قاعدہ کے سنۃٍ چاہیئے تھا اور یہ

بات ظاہر ہے کہ بمقابلہ نحویوں کے بیان کردہ عام قاعدہ کے یہ شذوذ ہے مگر کوئی نحوی یا مفسّر یہ نہیں کہتا کہ حمزہ اور کسائی کی قرأت غلط ہے پس اگر ست سنۃ کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کرامات الصادقین میں شائع ہُوا ہے۔ یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ سہو کاتب نہیں بلکہ حضورؑ نے ہی ایسا لکھا ہے جیسا کہ کتاب میں چھپ گیا ہے (حالانکہ دوسری تحریرات میں جو تمیزیں مطابق عام قاعدہ کے حضورؑ نے استعمال کی ہیں وہ ایسا فرض کرنے کے خلاف ہیں) تو بھی معترض نے جو اعتراض کیا ہے وہ غیر صحیح ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ ماننا پڑیگا کہ ست سنۃ میں جو سنۃ کا لفظ واحد اور مفرد استعمال ہُوا ہے یہ بجائے سنین کے بطور شذوذ لایا گیا ہے جیسا کہ ثلاث مأۃ سنین میں سنین٭ واحد کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے یہ کہ کہ سنین کو اسجگہ واحد یعنی سنۃٍ کا قائمقام خیال کر لیا گیا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۵ صـ۷۰۶ اور قنوی جلد ۵ صـ۲۷ اور شہاب جلد ۶ اور کشاف وغیرہ میں بیان ہُوا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر سنۃ جو صیغہ واحد ہے سنین کا قائمقام خیال کر کے کسی جگہ شاذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تو اسپر اعتراض کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ فراء کا یہ قول اوپر نقل ہو چکا ہے کہ سنین کو سنۃ کی جگہ بعض عرب لوگ استعمال کر لیتے ہیں جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ موقع تمیز میں چونکہ سنین اور سنۃ کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے ایک کی بجائے دوسرا استعمال ہو سکتا ہے۔ اس جگہ میں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ گو نحویوں اور مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ مأۃ کی تمیز جمع بھی بطور شاذ کے آجاتی ہے اور اسی بناء پر مَیں نے بھی اوپر شذوذ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زبان عرب میں اسکی کوئی مثال انکو نہیں ملی اور سب نحوی جو یہ کہتے ہیں کہ مأۃ کی تمیز شاذ و نادر کے طور پر جمع بھی آجاتی ہے یہ محض قرآن مجید کی آیت و لبثوا فی کہفھم ثلاث مأۃ سنین کی وجہ سے ہی لکھتے ہیں ورنہ زبان عرب میں انکو اگر کبھی مأۃ کی تمیز جمع ملتی تو اُس کی کوئی مثال بطور شاہد کے پیش کرتے۔ اور یہ بات صرف مَیں ہی نہیں کہتا بلکہ ابوالفضل شہاب الدین السیّد محمود الالوسی البغدادی بھی اپنی تفسیر روح المعانی جلد ۵ صـ۳۷۳ میں یہی بات بیان کر چکے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:-

ولم اجد فیما عندی من کتب العربیۃ شاھدًا من کلام العرب لاضافۃ المأۃ الی جمعٍ واکثر النحویّین یوردون الاٰیۃ علٰی قرأۃ حمزۃ والکسائی شاھدًا لذالک وکفی بکلام اللہ شاھدًا یعنی کہ مَیں نے زبان عرب میں اُسکی کوئی نظیر اور شہادت نہیں پائی کہ مأۃ کی تمیز جمع آئی ہو اور اکثر نحویوں نے جو مثال اس کے لئے دی ہے وہ

٭ بجائے سنۃ کے لایا گیا ہے۔ اگر ثلاث مأۃ سنین میں سنین کو

یہی قرأت حمزہ وکسائی ہے۔ جو کہ ثلاثَ مائةِ سنین ہے اور خدا کا کلام اُسکے لئے کافی شہادت
ہے۔ رُوح المعانی کے اس حوالہ سے معلوم ہُوا کہ اگرچہ زبان عرب سے اسکی کوئی مثال نحویوں کو
نہیں ملی کہ مائة کی تمیز جمع آتی ہو لیکن چونکہ اللہ کے کلام میں ثلاثَ مائةِ سنین آگیا ہے
جیساکہ حمزہ اور کسائی وغیرہ کی قرأت ہے، اسواسطے ماننا پڑا کہ مائة کی تمیز جمع بھی آجاتی
ہے تاکہ قرآن کریم پر اعتراض وارد نہ ہووے۔ پس اگر یہی جواب قرأت حمزہ اور کسائی
وغیرہ کا بمقابلہ مخالفین اسلام[1] کے ہو سکتا ہے۔ تو ست سنة کا بھی یہی جواب کیوں
بمقابلہ اعتراض مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کے نہیں ہو سکتا۔ اسکے ساتھ میں یہ بھی اضافہ
کر دیتا ہوں کہ جن لوگوں نے قرآن کریم کی آیت لبثوا فی کهفهم ثلاث مائةٍ سنین
میں مائة کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ اور کسائی کی قرأت ثلاثَ مائةِ سنین
کو اختیار نہیں کیا انہوں نے کبھی سنین کو عطف بیان قرار دیا ہے اور کبھی بدل
عطف بیان قرار دینے والے بدل قرار دینے والوں پر اعتراض کرتے ہیں اور بدل
قرار دینے والے عطف قرار دینے والوں پر اعتراض کرتے ہیں چنانچہ صاحب روح المعانی

---

[1] حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین اسلام کے اس قسم کے اعتراضات کا جواب جو انہوں نے قرآن شریف کے
ایسے مقامات پر کیئے ہیں جو بظاہر صرفی نحوی قواعد کے مطابق مخالفوں کو نظر نہیں آتے اپنی کتاب نزول المسیح
صفحہ ۵۸ و ۵۹ میں یہ دیا ہے کہ "یہ تمام اعتراض بے ہودہ ہیں زبان کا علم وسیع خدا کو ہے نہ کسی اور کو اور زبان
جیساکہ تغیر مکانی سے کسی قدر بدلتی ہے ایسا ہی تغیر زمانی سے بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں آجکل
کی عربی زبان کا اگر محاورہ دیکھا جائے جو مصر اور مکہ اور مدینہ اور دیار شام وغیرہ میں بولی جاتی ہے تو
گویا وہ محاورہ صرف و نحو کے تمام قواعد کی بیخکنی کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ اس قسم کا محاورہ کسی زمانہ
میں پہلے بھی گذر چکا ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی وحی کو اس بات کی کوئی روک نہیں ہے کہ
بعض قرأت سے گذشتہ محاورہ یا موجودہ محاورہ کے مطابق بیان کرے۔ اس وجہ سے قرآن میں
بعض خصوصیات ہیں ..... اور لغت عرب جو صرف و نحو کی اصل کنجی ہے وہ ایک ایسا ناپیدا
کنار دریا ہے جو اُس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے کہ لا یعلمہ
الا نبیؐ یعنی اس زبان کو اور اس کے انواع و اقسام کے محاورات کو بجز نبی کے
اور کوئی شخص کامل طور پر معلوم ہی نہیں کر سکتا"

منہ

اپنی تفسیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۳ میں لکھتے ہیں۔ اختلفوا فی توجیھہ فقال ابو البقاء وابن الحاجب هو منصوب علی البدلیة من ثلٰث مأة وقال الزمخشری علٰی انّہٗ عطف بیان لثلٰث مأة وتعقّبہٗ فی البحر بانّہٗ لا یجوز علیٰ مذھب البصریّین وادعی بعضھم انّہٗ اولٰی من البدلیة لانّھا تستلزم ان لا یکون العدد مقصودًا۔ کہ جو لوگ ثلاث مأةٍ سنین پڑھتے ہیں اُن کا آپسمیں اختلاف ہے کہ سنین ثلاث مأة کا بدل ہے یا عطف بیان ہے ابو البقاء اور ابن حاجب تو بدل بناتے ہیں اور زمخشری عطف بیان قرار دیتا ہے اور صاحب بحر المحیط اس کا تعاقب کرتے ہیں کہ بصری نحویوں کے نزدیک عطف بیان قرار دینا جائز نہیں ہے اور بعض اور ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بدل قرار دینے سے عطف بیان قرار دینا بہتر ہے کیونکہ بدل کی صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ عدد جو ثلاثَ مأة ہے وہ مقصود نہیں رکھا گیا حالانکہ اصل مقصود اسجگہ عدد کا بیان کرنا ہے کہ اصحاب کہف اتنا زمانہ غار میں ٹھیرے غرض جن لوگوں نے سنین کو ثلاث مأة کی تمیز نہیں مانا اور اپنے عام قواعد کی پابندی کیوجہ سے سنین کو عطف بیان یا بدل قرار دیا ہے اُن کو اس آیت کے معنی کرنے میں بہت دقّت پیش آئی ہے کیونکہ سنین کو عطف بیان یا بدل قرار دینے کی صورت میں جو مقصود اس آیت کا ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حمزہ اور کسائی اور اُنکے ساتھیوں نے ثلاثَ مأةِ سنین کی قرأت کو ترجیح دی ہے اور سنین کو جو اگرچہ وہ جمع ہے اور قواعد نحو کے لحاظ سے اسکو مأة کی تمیز قرار دینا جائز نہیں تھا مگر چونکہ آیت کا اصل مقصود اسی صورت میں حاصل ہوتا تھا کہ سنین کو تمیز قرار دیا جائے اس لئے انہوں نے خدا کے کلام کا جو اصل منشاء تھا اسکو مقدّم رکھا اور یقین کیا کہ جبکہ خدا کے کلام میں مأة کی تمیز جمع آگئی ہے تو زبان عرب کے مطابق ہی آئی ہے پس جبکہ بعض اوقات کسی حکمت کے ماتحت اس قسم کے شذوذ کلام الٰہی میں بھی آجاتے ہیں تو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسّلام کی کتاب کرامات الصادقین کے اس فقرہ ست سنةٍ میں بھی اسی توجیہہ سے شذوذ مان لیا جائے جس توجیہہ سے کہ ثلاثَ مأةِ سنین میں بموجب قرأت حمزہ وکسائی مانا گیا ہے۔ تو کونسی اعتراض کی جگہ ہے کیونکہ جب ثلاثَ مأةِ سنین میں مأة کی تمیز جمع لائی گئی ہے حالانکہ مطابق عام نحو کے مفرد ہونی چاہیئے تھی اور اُسکے لیئے یہ توجیہہ پیش کی گئی ہے کہ یہاں جمع بجائے

مفرد خیال کیگئی ہے جیسا کہ تمام مفسرین نے لکھا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور اُبیؓ کی قرأت ثلٰثَ مأۃِ سنۃٍ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے تو اس قسم کی توجیہہ کتاب کرامات الصادقین کے فقرہ ستّ سنۃٍ میں بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں مفرد بجائے جمع استعمال ہوا ہے *

پس گو ہمارا اصل جواب وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرّ الخلافہ میں دیا ہے کہ درحقیقت ہماری صرفی و نحوی غلطی صرف وہی ہوگی جسکے مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اور مقام میں نہ لکھا گیا ہو مگر جب کہ ایک مقام کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دس بیس یا پچاس مقامات میں صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے تو اسکو سہو کاتب سمجھنا چاہیئے نہ غلطی۔ چنانچہ یہی صورت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کرامات الصادقین کے زیر اعتراض فقرہ ستّ سنۃٍ کی ہے کہ آپنے اپنی دوسری کتابوں اور خود اسی کتاب کرامات الصادقین میں جہاں پر بھی تین سے لیکر دس تک کی تمیز استعمال کی ہے جمع ہی استعمال کی ہے جسکی مثالیں آپکی کتابوں سے اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اور اس قسم کی بے شمار مثالوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ کو ستّ کی تمیز معلوم نہ تھی اگر حد درجہ کا تعصّب نہیں تو اور کیا ہے لیکن یہ فرض کرتے ہوئے بھی کہ ستّ سنۃٍ کا جو فقرہ کرامات الصادقین میں چھپ گیا ہے اسمیں کاتب سے سہو نہیں ہوا اور نہ چھپنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ یہ شذوذ بھی اسی قسم کا ہے جیسا کہ تمام نحوی اور مفسرین ثلٰثَ مأۃِ سنین میں مانتے چلے آئے ہیں جس توجیہہ سے ثلٰثَ مأۃِ سنین میں سنۃٍ مفرد کی جگہ سنین جمع کو تمیز لایا گیا ہے اُسی توجیہہ سے سنۃٍ کو جو مفرد ہے سنین کی جگہ جو جمع ہے بطور تمیز کے استعمال کیا گیا ہے پس جس اصل کے ماتحت مأۃِ سنین پر اعتراض نہیں ہو سکتا اسی اصل کے رُو سے ستّ سنۃٍ پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا *

قرآن کریم کی ایک اور مثال

جس میں کہ واحد کی جگہ جمع تمیز لائی گئی ہے

نحویوں نے ایک قاعدہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ گیارہ سے لیکر ننانوے (۹۹) تک کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے جیسے احد عشر کوکبًا - اِثنتا عشر عینًا - واعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃ واختار موسیٰ مِن قومہ سبعین رجلًا کہ ان سب مثالوں میں تمیز مفرد اور منصوب واقع ہوئی ہے لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ قرآن کریم کی سورہ اعراف کی آیت شریفہ و قطعناھم اِثنتا عشرۃ اسباطًا میں اِثنتا عشرۃ (۱۲) کی تمیز اسباطًا جمع واقع ہوئی ہے۔ تو بعض نحویوں نے تو یہ قاعدہ بنالیا کہ گیارہ (۱۱) سے لیکر ننانوے (۹۹) تک کی تمیز جمع بھی آجاتی ہے اور اکثر نحویوں نے اس خیال سے کہ کلام عرب میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی اس قاعدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اس آیۃ شریفہ میں مختلف توجیہات کرنا شروع کیں چنانچہ بعض نے تو یہ کہا جیسا کہ شہاب حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ اسباطًا بدل ہے اثنتا عشرۃ کا اور تمیز محذوف ہے جو انکے نزدیک فرقۃً ہے اور بعض نے کہا کہ اسباطًا لغت ہے موصوف محذوف کی جو فرقۃً ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے حالانکہ آیت کے مفہوم کے لحاظ سے اسباطًا کو اثنتا عشرۃ کا بدل کہنا یا موصوف محذوف کی اسکو لغت کہنا ایک بیجا تکلف ہے جو محض اس لئے کیا جاتا ہے کہ نحویوں کے اس قاعدہ میں فرق نہ آوے کہ گیارہ سے لیکر ننانوے (۹۹) تک کی تمیز واحد ہوتی ہے نہ کہ جمع۔ لیکن چونکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ اسباطًا جو جمع ہے اثنتا عشرۃ کی تمیز واقع ہوئی ہے جو نحویوں کے مشہور قاعدہ کے خلاف ہے اس لئے مفسرین اور نحویوں نے اسباطًا کو تمیز مان کر یہ تاویل شروع کی کہ اسباطًا بتاویل قبیلۃً تمیز واقع ہوئی ہے چنانچہ ابن التمجید برحاشیہ قنوی جلد ۳ صفحہ ۲۳۳ میں لکھا ہے۔ التمییز انما یصح بھذا التاویل وھو ان یؤول الاسباط بالقبیلۃ التی ھی مفرد صالح لِاَنْ یقع تمییزاً لما فوق العشرۃ کہ اثنتا عشرۃ اسباطًا میں اسباطًا اس توجیہ اور تاویل سے تمیز واقع ہو سکتا ہے کہ اسباط کو بمنزلہ قبیلۃ قرار دیا جاوے کیونکہ قبیلۃ مفرد ہے اور دس سے اوپر کے اعداد کی تمییز مفرد ہی ہونی چاہیئے حالانکہ تمام مفسر اور نحوی جانتے ہیں کہ اسباطًا جمع ہے نہ مفرد۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے الاسباط اولاد الولد جمع سبطٍ اور تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۹۴ میں ہے الاسباط جمع سبطٍ وھو ولد الولد یعنی اسباطٌ کا لفظ جمع ہے اور اُس کا مفرد سبطٌ ہے جسکے معنی اولاد کی اولاد کے ہیں اور فتح البیان میں تو یہ بھی صاف موجود ہے واراد بالاسباط القبائل کہ اسباط سے مراد قبائل ہیں نہ کہ قبیلہ

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسباطاً سے مراد قبیلۃ (بصیغہ مفرد) نہیں بلکہ قبائل بصیغہ جمع ہے اور اصل بات یہی ہے کہ نحویوں کے اس قاعدہ کے خلاف کہ گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز واحد آتی ہے اس آیۃ شریفہ میں اثنتا عشرۃ کی تمیز اسباطاً جمع واقع ہوئی ہے پس جس اصل سے اثنتا عشرۃ کی تمیز اسباطاً جمع واقع ہو گئی ہے اور اس جمع کی تاویل کر کے اسکو مفرد بنایا جاتا ہے تاکہ قاعدہ کے خلاف نہ ہو اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کرامات الصادقین کے فقرہ زیر بحث ستّ سنۃ کی بھی توجیہہ ہو سکتی ہے لیکن ایسی توجیہہ کی ضرورت صرف اسی حالت میں ہو گی جبکہ معترض کی طرف سے اس بات پر اصرار ہو کہ ستّ سنۃ کا جو فقرہ کرامات الصادقین میں چھپ گیا ہے اسمیں چھپنے کی غلطی یا کاتب کا سہو نہیں ہوا حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری بے شمار تحریرات جن میں ستّ وغیرہ کی تمام تمیزیں مطابق قاعدہ مشہورہ کے استعمال کی گئی ہیں صاف شہادت دے رہے ہیں کہ فقرہ ستّ سنۃ مندرجہ کتاب کرامات الصادقین میں سہو کاتب ہے یا مطبع کی غلطی ہے ؛

علاوہ متذکرہ بالا ثبوتوں کے ایک ثبوت اس کا یہ بھی ہے کہ نزول المسیح ص۱۷۱ میں کرامات الصادقین کی یہی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ نے خود نقل کی ہے۔ اور وہاں ستّ سنۃ کی بجائے ستّ سنین درج فرمایا ہے جس سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ کرامات الصادقین میں جو اصل عبارت حضورؑ نے تحریر فرمائی تھی اس میں ستّ سنین تھا نہ کہ ستّ سنۃ چنانچہ نزول المسیحؑ میں حضورؑ فرماتے ہیں رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ھ ہجری میں یہ پیشگوئی درج کیگئی ہے جسکے یہ الفاظ ہیں وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجلٍ مفسدٍ عدو اللہ ورسولہ المسمّی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الھالکین انہ کان یسبّ نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلماتٍ خبیثۃٍ فدعوتُ علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ستّ سنین ان فی ذالک لاٰیۃ الطّالبین یعنی خدا تعالیٰ نے ایک اللہ اور رسولؐ کے دشمن کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جسکا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب میں نے اسپر بد دعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی

کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائیگا یہ اُن کے لئے ایک نشان ہے جو سچّے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔ اب ان تمام دلائل اور تصریحات کے معلوم ہو جانیکے بعد بھی اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ سے خوف نہیں کرتا اور اپنے غلط اور بے بنیاد اعتراض پر اصرار کرتا ہے تو اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وما علینا الا البلاغ ؎

پادریصاحبان سے تین سوال

اور

کفّارہ کا ابطال

سوال اوّل | مسیحیت کی بنیاد کفّارہ پر ہے۔ اور کفّارہ کی بنا دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ مسیح بالکل معصوم تھا۔ گنہگار نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ اس بے خطا انسان نے لوگوں کو عذاب سے نجات دلانیکی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا اور صلیب پر جان دیدی۔ اگر ان دو باتوں (موت۔ معصومیت) میں سے ایک بات غلط ثابت کر دیجائے۔ تو کفارہ کا مسئلہ اسی وقت باطل ہو جائیگا۔ اور اسکے ابطال کے ساتھ ہی عیسوی مذہب کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔

کفّارہ کا مسئلہ اگرچہ ارباب عقل اور اہل دانش کے نزدیک نہایت ہی بے دلیل بے ثبوت اور خلاف از عقل و فہم مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ یسوع مسیح کا صلیب پر مرنا خوشی سے دوسروں کی خاطر قربانی کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہود نے زبردستی پکڑ کر صلیب پر لٹکایا۔ اور آپ تو یہودیوں سے چھپ چھپکر جان بچاتے رہے۔ بات جب تھی۔ کہ وہ خود جاکر یہود سے درخواست کرتے۔ کہ تم میرے قتل کی تجویزیں کر رہے ہو۔ ان مصیبتوں میں کیوں پڑتے ہو۔ میں خود ہی حاضر ہوں۔ بڑے شوق سے مجھے صلیب پر لٹکائیے کیونکہ میرے آنیکی غرض ہی یہی ہے کہ میں لوگوں کے لئے قربان کیا جاؤں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ تو ایسی مثال ہے۔ کہ کوئی بخیل مالدار ہو۔ صدقہ وخیرات کرنا اُسے موت دکھائی دیتا ہو۔ اگر اس سے کچھ مال گم ہو جائے۔ یا ڈاکو لوٹ لیں یا چور نکال کر لیجائیں اور تحقیق و تفتیش کے بعد نہ ملے تو کہدے کہ چلو یاروں کا صدقہ وخیرات ہی سہی۔
مگر باوجود اسکے مسیحی لوگ اسے بار بار پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسیحیت کا

بنیادی مسئلہ ہی یہی ہے۔ اس لئے اب میں انہی کی مسلمہ الہامی کتاب سے ثابت کرتا ہوں۔ کہ کفارہ کا مسئلہ ایک بے بنیاد مسئلہ ہے اور ان کی الہامی کتاب انجیل پکار پکار کر اسکا ابطال کر رہی ہے سنو اور غور سے سنو:-

مسیح کی دُعا متی ۲۶/۳۸ سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنی موت سے بچنے کے لئے دعا کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہانتک کہ مرنیکی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر دعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجائے۔"

اور مرقس ۱۴/۳۶ میں ہے:-

"یا ابا الاب کل شیئ مستطاع لک فاجز عنی ھذا الکاس" اے باپ ہر ایک چیز تیری قدرت میں ہے تو اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے۔

اور لوقا ۲۲/۴۳ تا ۴۴ سے ظاہر ہے۔ کہ جب اس نے اس طرح آہ و زاری سے دعا کی تو آسمان سے ایک فرشتہ اُسے دکھائی دیا جو اسکو قوت دینے لگا تب اس نے نہایت ہی لجاجت اور شدت آہ و بکا سے دعا کی۔ یہانتک کہ اس کا پسینہ خون کے قطروں کی طرح زمین پر گرنے لگا۔ تب دعا سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح نے اپنی موت سے بچنے کے لئے دعا کی۔ اور فرشتہ کا ظاہر ہونا دُعا کی قبولیّت کی علامت تھی اسی لئے جب مسیح نے فرشتہ کا نزول دیکھا تو معلوم کر لیا کہ یہ دُعا قبول ہو جائیگی تو پھر نہایت ہی رو رو کر دُعا کی۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ اس نے موت سے بچنے کی دعا نہیں کی تھی بلکہ جیسا کہ لوقا کے قول "تا تیری مرضی پوری ہو نہ میری" سے ظاہر ہے اسکی دعا یہی تھی۔ کہ صلیب پر لٹکا کر مارا جائے۔ اس استدلال کا ضعف بیّن ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ اے خدا جو تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تُو موت چاہتا ہے۔ تو مجھے مار دے تو یہ دعا بالکل بیفائدہ ہے۔ اور نہ ہی یہ دعا کہلانیکے قابل ہے۔ کیونکہ یہ قول کہ اے خدا اگر ہو سکے تو یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹال دے اور اگر تُو نے میری موت کا ہی فیصلہ کیا ہے تو مجھے مار دے.... اگر وہ یہ نہ بھی کہے تو بھی دونوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہو جاتی تھی اور اس فقرہ پر بھی اگر غور سے نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ اسمیں دعائیہ الفاظ صرف یہی ہیں۔ کہ ایخدا تُو مجھے موت سے بچا لے۔

دُعا کے معنی ہیں بلانا۔ پکارنا۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے سے مصیبت کو دور نہ کر سکتا ہو یا کسی انعام کو بغیر کسی دوسرے کی مدد کے حاصل نہ کر سکتا ہو۔ یہاں بھی مسیح نے یہودیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا ہے۔ کہ ایخدا میں تو انکی شر سے اپنے آپکو

بچا نہیں سکتا۔ مگر تو قادر ہے اس سے مجھے نجات دے۔ اور اس سے میری کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے بلکہ اسلئے کہ تا تیری مرضی پوری ہو وہ کیا ہے وہ یہ کہ اسکے رسول دنیا میں غالب ہُوا کرتے ہیں۔ اور دشمن انکو قتل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ اور اسی طرح انجیل میں بھی مسیح نے کہا ہے۔ قد کلمتکم بھذا لیکون فی سلام فی العالم سیکون لکم ضیق ولکن ثقوا انا قد غلبت العالم"۔ کہ مَیں نے تم سے یہ باتیں اسلئے کہیں۔ کہ تا تمھیں عالم میں میرے بارے میں سلامتی حاصل ہو۔ عنقریب تم پر تنگی آئیگی لیکن تم یقین رکھو کہ مَیں تمام جہان پر غالب آگیا ہوں۔ پس یہ غلبہ یہی ہے۔ کہ تمام جہان جو میرے خلاف میری موت اور میری ہلاکت کے منصوبے کر رہا ہے۔ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہیگا اور مَیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ پس ان آیات میں موت سے بچنے کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ اور اسی کی تائید متی ۲۶/۴۶ سے ہوتی ہے جبکہ اس نے صلیب پر لٹکے ہوئے ایلی ایلی لما سبقتانی کہا۔ کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔

اب مَیں ایک ایسا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے صاف طور پر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ دعا موت سے بچنے کیلئے تھی۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کر لیا۔ اور موت سے نجات دیدی اور صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے۔ ملاحظہ ہو عبرانیوں ۵/۷ اُردو انجیل:۔

"اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں کیں۔ جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اسکی سُنی گئیں"۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ اس نے جو رورو کر قادر خدا سے دعا کی تھی۔ وہ اس کی دعا قبول کیگئی۔ اور پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ دعا موت سے بچنے کیلئے تھی۔ اور اس حوالہ کے الفاظ "جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا"۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ موت سے بچنے کے لئے دعا تھی۔ مگر اس ترجمہ میں بالصراحت یہ بیان نہیں ہُوا۔ کہ وہ موت سے بچنے کے لئے دعا تھی۔ یہ اُردو ترجموں نے یحرفون الکلم عن مواضعہ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ ورنہ پُرانی انجیلوں میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ چنانچہ چند عربی اناجیل سے جو یونانی سے ترجمہ کیگئی ہیں ہم اس آیت کو نقل کرتے ہیں:۔

(۱) ملاحظہ ہو کتاب العہد الجدید مطبوعہ نیویورک ۱۸۸۵ء جسکے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہُوا ہے قد ترجم من اللغۃ الیونانیۃ کہ یونانی زبان سے یہ ترجمہ کی گئی ہے:۔

"الذی فی ایام جسدہ اذ قدم بصراخ شدید ودموع طلبات وتضرعات للقادر

ان یخلصه من الموت وسمع له من اجل تقواه"

(۲) انجیل یسوعیه مطبوعه بیروت :-

"وفی ایام بشریته قرب تضرعات وتوسلات بصراخ شدید ودموع الی القادر ان یخلصه من الموت فاستجیب له بسبب الاحترام"

(۳) بائیبل مطبوعه بیروت سنہ ۱۸۶۵ء از امریکن بائیبل سوسائٹی یونانی سے ترجمہ کی گئی :-

"الذی فی ایام جسده اذ قدم بصراخ شدید ودموع طلبات وتضرعات القادر ان یخلصه من الموت وسمع له من اجل تقواه"۔

(۴) انگریزی اناجیل میں بھی یہ آیت اسی طرح لکھی گئی ہے :-

پہلے اور تیسرے حوالہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اس نے قادر خدا سے یہ دعا کی کہ اُسے موت سے چھڑا دے اور وہ اسکی پرہیزگاری کے باعث سُنی گئی۔ اور تیسرے حوالہ میں تقوی کی بجائے احترام کا لفظ ہے کہ وہ اسکی بزرگی کے باعث سُنی گئی۔ پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس نے قادر خدا سے موت سے بچنے کے لئے دعا کی تھی۔ اور وہ اس کی نیکی اور پرہیزگاری مقرب الی اللہ ہونیکی وجہ سے سُنی گئی۔

اور اگر یہ دعا جو اس نے موت سے بچنے کیلئے کی تھی نہیں سُنی گئی بلکہ اسپر موت وارد ہوئی۔ تو پھر بھی کفارہ باطل کیونکہ اس صورت میں وہ گنہگار ٹھیریگا۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) یوحنا ۹/۳۱ "ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی نہیں سُنتا۔ ولیکن اگر کوئی متقی ہو۔ اور اللہ سے ڈرتا ہو۔ اور اسکی مرضی پر چلتا ہو۔ تو اسکی سُنتا ہے"۔

(۲) ایوب ۲۲/۲۷ "تُو اس سے دعا مانگیگا وہ تیری سُنیگا"۔

(۳) ارمیاہ ۱۱/۱۱ "(گنہگاروں کے متعلق) مَیں انپر ایک شر بھیجنے والا ہوں۔ جس سے وہ نکل نہیں سکینگے وہ میرے آگے چیخینگے اور چلائینگے مگر مَیں انکی نہیں سُنونگا"۔

(۴) امثال ۱۵/۲۹ "الرب بعید عن الاشرار ویسمع صلوٰۃ الصدیقین"۔

اللہ تعالیٰ شریروں سے دُور ہے۔ اور صدیقوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے

اور اسی کی تائید زبور ۸/۱۴، ۳۴/۱۵ تا ۲۷، ۲۲/۲۴، ۱۶/۲۰۱ ، وحزقیل ۸/۱۸ سے ہوتی ہے۔

اب فیصلہ آسان ہوگیا۔ یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کی دعا کو جو اس نے اپنی موت سے بچنے کیلئے کی تھی قبول کرلیا۔ اور صلیب پر نہیں مرنے دیا یا مانا جائے کہ وہ نیک اور صالح اور متقی اور پرہیزگار انسان نہیں تھا بلکہ اوّل درجہ کا گنہگار تھا۔ اگر کہو کہ وہ صلیب پر نہیں مرا تو کفارہ باطل ہوگیا۔

اور اگر دوسری بات صحیح ہے تو بھی کفّارہ کافور ہو گیا ۞

دوسرا سوال ملاحظہ ہو متی ۱۲ ۳۸ یہ اسوقت فقیہی اور فریسیوں نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا۔ کہ اے اُستاد ہم تجھ سے کوئی نشان چاہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا۔ اور انہیں کہا۔ کہ شریر اور بدکار گروہ نشان طلب کرتا ہے۔ انکو کوئی نشان نہیں دیا جائیگا۔ سوائے یونسؑ نبی کے نشان کے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہا۔ اسی طرح ابن آدم زمین میں تین دن اور تین رات رہیگا۔"

ان آیات میں مسیحؑ نے اپنے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ کہ وہ زمین کے اندر تین دن اور تین رات رہے گا۔ جیسا کہ یونس نبیؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہا۔ مگر اناجیل اربعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین دن اور تین رات زمین کے اندر نہیں رہا۔ بلکہ ایک دن اور دو راتیں۔ جمعہ کے روز ۳ بجے زوال کے بعد وہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور بالاتفاق ۹ بجے شام صلیب پر سے اُتار لیا گیا۔ اس کے بعد یوسف رامہ سے آیا۔ اور حاکم رومانی پیلاطوس سے اسکی لاش مانگی۔ تب اس نے لاش کے دیئے جانیکا حکم دیا۔ پھر یوسف نے اسکو اس نئی قبر میں جو اس نے چٹان میں کرید کر بنائی تھی۔ رکھا۔ اور اس قبر کے دروازہ پر ایک بہت بڑا پتھر رکھ کر چلا گیا۔ حسب بیان اناجیل اربعہ اتوار کی صبح کو وہ قبر میں نہیں تھا۔ چنانچہ لوقا باب ۲۴ میں لکھا ہے :-

"پھر وہ ہفتہ کے پہلے دن فجر کے وقت حنوط (خوشبوئی) کو اُٹھائے ہوئے جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ قبر کے پاس آئیں۔ اور انکے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ تو انہوں نے پتھر کو ڈھلکے ہوئے پایا اور قبر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ یسوع وہاں نہیں تھا۔"

پس وہ صرف قبر میں ہفتہ کی رات اور ہفتہ کا دن اور اتوار کی رات رہا۔ یعنی دو راتیں اور ایک دن پس اس کا یہ قول کہ مَیں زمین میں تین دن اور تین رات رہونگا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور یونس نبی کے ساتھ تین دن اور تین رات ٹھہرنے میں کیونکر تشبیہ درست ہو سکتی ہے۔ جبکہ وہ بقول عیسائی صاحبان عالم الغیب بھی تھا۔ نیز یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہُوا۔ اور زندہ ہی رہا اور زندہ ہی نکلا۔ پس یہ نشان جبھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اور تشبیہ تبھی کامل ہو سکتی ہے۔ کہ یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ مسیح بھی قبر میں زندگی کی حالت میں داخل کیا گیا۔ اور زندہ ہی رہا اور زندہ ہی یہیں سے نکلا۔ (قبر ایک چھوٹے سے کمرہ کی مانند ہوتی تھی جسمیں بخوبی دو تین شخص داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ ابتک وہ قبر اور نکودیمس کی قبر بیت المقدس میں موجود ہے) اگر پادریصاحبان

یہ کہیں کہ تشبیہ تین دن اور تین رات میں ہے تو اس کا تین دن اور تین رات قبر میں رہنا ثابت کریں۔ ورنہ تسلیم کریں۔ کہ تشبیہ زندہ رہنے میں تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں کفّارہ کا مسئلہ درست نہیں ہو سکتا ؎

تیسرا سوال عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ مسیح ابن اللہ تھا۔ ثالث ثلثہ تھا۔ اس میں اُلوہیت موجود تھی۔ پھر جو وہ دعا کرتا تھا۔ تو کس سے۔ اپنے آپ سے۔ کیونکہ وہ بھی کامل خدا تھا۔ یہ معمّہ بھی ابتک ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر انجیل کا فقرہ کہ اُس نے اپنی بشریت کے دنوں میں، کا بھی کچھ مطلب سمجھ نہیں آتا۔ کیا خدا بشر بنا ہوا تھا۔ اور خدا کی طاقتیں انسانی طاقتوں میں متبدل ہو گئی تھیں۔ اگر یہ صورت ہے۔ تو پھر وہ کس سے مانگتا تھا۔ اگر کہو کہ اُلوہیّت اُسمیں حلول کی ہوئی تھی۔ اور اُسمیں دو روحیں تھیں ایک اُلوہیّت کی روح اور ایک انسانی روح۔ تو اسپر یہ سوال ہے۔ کہ جب انسانی روح تمام بدن میں حلول کی ہوئی تھی۔ تو دوسری روح اسمیں کیسے سما گئی۔ اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے۔ تو اسپر یہ اشکال وارد ہو گا۔ کہ غیر محدود روح محدود میں کیسے سما گئی۔ اس سے تو تحدید بلا محدود کی لازم آتی ہے جو محال ہے۔

نیز یہ بھی سوال ہے۔ کہ مسیح جو قربانی ہُوا۔ اور اسپر موت وارد ہوئی۔ بلحاظ بشریت کے تھی یا بلحاظ اُلوہیّت کے۔ اگر کہو بلحاظ بشریت کے تو ایک بشر کی قربانی تمام کے لئے کفّارہ ہو نہیں سکتی۔ اگر کہو بلحاظ اُلوہیت تو اُلوہیّت مرا نہیں کرتی۔ پھر تین دن جو اس نے تکلیف برداشت کی۔ تو اس تکلیف برداشت کرنے اور گناہ کی سزا اُٹھانے میں اُلوہیّت شریک تھی یا نہیں۔ اگر کہو نہیں تو ایک بشر سب کے گناہوں کی سزا برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کہو بلحاظ الٰہ ہونیکے برداشت کی۔ تو اس سے معلوم ہُوا۔ کہ باپ بیٹا۔ روح القدس غرضیکہ خدا کا تمام کنبہ ہی عذاب میں مبتلا تھا۔ کیونکہ مسئلہ تثلیث کی رو سے ظاہر ہے کہ وہ تین ہو کر ایک اور ایک ہو کر تین ہیں۔ بالکلیۃ کوئی ان میں سے علٰحدہ ہو کر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں معلوم کہ ان تین دن میں خدائی کا چارج کس کے سپرد تھا۔ پادری عبد الحق صاحب نے گوجرانوالہ کے مباحثہ میں مجھے یہ جواب دیا تھا۔ کہ عذاب تو انسانی روح کو ہُوا تھا۔ مگر اُلوہیت کی روح اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ متاثر ہو رہی تھی۔ تو تاثر قبول کرنا مادّی اشیاء کا خاصہ ہے۔ تو اس طرح اُلوہیت مقولہ انفعال کے تحت میں داخل ہو کر مادّی ثابت ہوئی۔ تو آپکا خدا بھی مادّی ہو گیا جب مادّی ہُوا تو شکل و صورت میں مقیّد ہو گیا۔ اور محدود کا کوئی محدِد ہونا چاہیئے۔ اس طرح

دَور تسلسل لازم آئیگا جو محال ہے۔ نیز جو محدود ہوگا وہ ضرور مخلوق ہوگا اور جو مخلوق ہو وہ
خدا نہیں ہو سکتا۔ پس اصل تعلیم وہی ہے۔ جو قرآن کریم نے دی ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ
اور قانون قدرت بھی اسی کا مؤید ہے۔ ابراہیمؑ موسیٰؑ سب انبیاءؑ یہی تعلیم دیتے چلے آئے
لا تقولوا ثلٰثۃ انتھوا خیرا لکم انما الٰھکم اللہ واحد خدا ایک ہی ہے اس کے
ساتھ کوئی شریک نہیں ؛

وحید فرید لاشریک لذاتہٖ ؛ قوی علیؔ مادناہ التکثر

طلوع الشمس من مغربہا

آخری زمانہ کی علامات میں سے ایک علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ جس سے مراد مغربی
اقوام کا اسلام کو قبول کرنا اور اسکے نور سے منوّر ہونا ہے۔

اعتراض اسپر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ مفہوم درست ہے تو حدیث کا آخری حصہ
کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"فاذا طلعت وراٰھا الناس اٰمنوا اجمعین فذالک حین لاینفع نفسًا
ایمانھا لم تکن اٰمنت من قبل اوکسبت فی ایمانھا خیرا" (بخاری)

کہ جب طلوع ہوگا اور لوگ اسکو دیکھ لینگے تو سب کے سب ایمان لے آئینگے تو اسوقت کسی شخص کو اسکا ایمان
نفع نہیں دیگا جو اسوقت سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا۔ کیا وجہ ہے کہ اس وقت ایمان لانا نفع
نہیں دیگا۔

جواب:۔ یاد رہے کہ آنحضرت صلعم بشیر و نذیر تھے۔ اسلئے آپ نے آخری زمانہ کی نسبت جو خبریں دیں
انہیں سے بعض از قبیل مبشّرات ہیں اور بعض از قبیل منذرات۔ چنانچہ مذکورہ بالا خبر مبشّرات
سے ہے۔ اور سب سے پہلی علامت جو آخری زمانہ کی آپنے بیان فرمائی ہے وہ منذرات میں سے ہے۔
جو بخاری میں بایں الفاظ درج ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب"

یعنی مسلمانوں کی تباہی اور اسلامی عالم میں ایک انقلاب عظیم اور مسیح موعودؑ کے زمانہ کی پہلی علامت ہے،

کہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب میں لیجائیگی۔ جاننا چاہیئے کہ اس آگ سے مراد ان فتنوں کی آگ ہے جو مغرب کی طرف سے آئے اور مسلمانوں کے لئے باعث ہلاکت ہوئے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں اُسی وقت سے تنزل آیا۔ جبکہ علوم مغربیہ نے انکے دلوں میں گھر کر لیا۔ اور حقیقی فلسفہ کی کتاب قرآن مجید سے مُنہ موڑ لیا اور فلسفہ یورپ کے پیچھے پڑ گئے۔ تقویٰ و طہارت کو بالکل چھوڑ بیٹھے احکام شریعت سے ہنسی اور مخول کرنے لگے۔ اور مغربی تمدن کو اسلامی تمدن پر فوقیت دی۔ ہر ایک شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ کہ ہزاروں نوجوان مغربی ممالک کو مغربی تعلیم کو سیکھنے گئے۔ تو اکثر انمیں سے دہریت کے خیال لیکر آئے۔ اور ان کی طبع سازی پر فریفتہ ہو گئے۔ اور علم دین سیکھنے کی طرف توجہ نہ کی۔ پس یہی وہ آگ تھی۔ جس کی آنحضرت صلعم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے خبر دی تھی۔ کہ وہ آگ مغرب سے آئیگی اور مشرق والوں کو اکٹھا کرکے لیجائیگی۔

پھر دوسری خبر مبشرات سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مسیح موعودؑ آئیگا۔ اور مشرقی ممالک سے ظاہر ہوگا۔ وہ ان دلوں کو نور ایمان سے منور کریگا۔ چونکہ ایمان کو اس آگ نے جلا دیا ہوگا اور مطابق آیت ویعلمھم الکتاب والحکمۃ انکو قرآن مجید اور اسرار شریعت سکھائیگا۔ اور حقیقی نور سے منور کریگا۔ تب اسکے متبعین اس نور کو مشرق سے مغرب کی طرف لیجائینگے۔ تب وہاں نور اور نار کا مقابلہ ہوگا نتیجہ یہ نکلیگا کہ اس نار میں جو ظلمت کا حصہ ہوگا وہ نکل جائیگا۔ اور نور ہی نور باقی رہ جائیگا۔ وہی جگہ جو ہمراز ظلمت تھی جہاں ہدایت اور نیکی اور اسلام کا سورج ڈوبا رہتا تھا وہی مغرب کی بجائے مشرق ہو جائیگی۔ اور سب ظلمتیں کافور ہو جائینگی اور نور ہی نور کا ظہور ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہوگی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھیگا اور پھلیگا اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں۔ جو اس کو روک سکے“ (تذکرۃ الشہادتین ص۶۵)

پھر کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”لفظ الضالین میں میرے نزدیک ان کے لئے ایک بشارت ہے۔ کہ کسی وقت جھوٹے مذہب سے نجات پا کر اسلام میں کھوئے جائینگے۔ اور رفتہ رفتہ مشرکانہ عقائد اور

ناقص یا قابل شرم رسوم کو چھوڑتے چھوڑتے برنگ مسلمین موحدین ہو جائینگے۔ بغرض الضالین کے لفظ میں جو سورہ فاتحہ کے آخر میں ضلالت کے دوسرے معنوں کے لحاظ سے کہ ایک چیز کا دوسری چیز میں محو ہونا اور کھوئے جانا ہے۔ عیسائیوں کی آئندہ مذہبی حالت کے لئے یہ ایک پیشگوئی ہے"۔

مغضوب علیہم کے لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انپر اس دنیا میں بھی غضب نازل ہوگا اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ انہوں نے اپنے بُرے افعال سے اپنے محبوب کو ناراض کیا ہے۔ مگر الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اصل محبوب کو بھول گئے۔ اور دوسرے کو دھوکہ سے محبوب بنالیا۔ پس ایسے شخص کی اصلاح ممکن ہے۔ کیونکہ جب اُسپر بدلائل بیّنہ ظاہر کر دیا جائے کہ جسکو تم محبوب سمجھے ہو یہ محبوب حقیقی نہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اُسے چھوڑ دے اور پھر اپنے محبوب حقیقی کے ہی در پر آکر سر جھکا دے ؛

پس اس وقت جبکہ تمام اقوام مغربی ایمان لے آئینگی۔ اور تمام دنیا پر اسلام کا ہی بول بالا ہوگا۔ اور سورج اسلام نصف النہار کی طرح چمکے گا تو ایسے وقت میں کسی کا ایمان لانا کیا نفع دے سکتا ہے؟ کیونکہ ایمان غیب پر ہوا کرتا ہے۔ کیا کوئی شخص نصف النہار کے وقت یہ کہکر کہ میں سورج پر ایمان لایا مومن کہلا سکتا ہے۔ اور ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس مبارک ہیں وہ لوگ جو اُس گھڑی کے آنے سے پہلے پہلے ایمان لاکر اسلام کی خدمت میں کوشاں ہوں۔ والسلام

خاکسار جلال الدین شمس از دمشق

رپورٹ مجلس مشاورۃ بابت ۱۹۲۵ء

مجلس مشاورۃ جو ۱۱-۱۲ر اپریل ۱۹۲۵ء کو منعقد ہوئی تھی اس کی رپورٹ مرتبہ مولوی صوفی عبد القدیر صاحب بی۔اے پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ چھپ کر تیار ہے۔

اس رپورٹ میں وہ لائحہ عمل درج ہے جو اس سال کے لئے تجویز ہُوا۔ اور اسکے لئے سلسلہ کے نظام کے متعلق بہت سی اہم باتوں کی نسبت معلومات ہیں۔

یہ رپورٹ ۸ر کے ٹکٹ بھیجکر دفتر ناظر بیت المال سے مل سکتی ہے تمام عہدہ داران انجمن ہائے احمدیہ و دیگر احباب کو چاہیئے کہ اسکو منگا کر پڑھیں اور اپنے اپنے فرض سے آگاہ ہوں ؛

رپورٹ کارگزاری انجمنہائے امداد باہمی پنجاب

یہ رپورٹ مرتبہ جناب ایچ کلورٹ صاحب بہادر رجسٹرار انجمنہائے امداد باہمی مترجمہ چودہری عزت علی صاحب بی۔اے ایجوکیشنل انسپکٹر نہایت ہی قیمتی اور مفید معلومات کا ذخیرہ اچھے کاغذ پر خوشخط عمدہ چھپی ہے۔ اسکا مطالعہ بہت سے فوائد علمیہ و عملیہ کا موجب ہے ؛

عقدۂ تناسخ کا حل

(نمبر ۲)

ماہ اپریل ۱۹۲۵ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں عقدۂ تناسخ کا حل شائع ہوا ہے۔ مندرجہ ذیل مضمون اس کا ضمیمہ اور تتمہ ہے۔ اختلافات پر بحث ہو چکی ہے اس جگہ صرف سوامی جی کے چند حوالجات درج کرتا ہوں جو کھلے طور پر تناسخ کی تردید کرتے ہیں:۔

(۱)

"جن میں بواسیر۔ تپ دق۔ دمہ۔ کھانسی۔ امراض معدہ۔ مرگی۔ جذام ہوں ان خاندانوں کی لڑکی یا لڑکے کے ساتھ بیاہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ سب عیب اور مرض بیاہ کرنے والے کے خاندان میں بھی آجاتے ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۸۸)

(۲)

استری کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ تعلیم یافتہ ہونی چاہیئے کیونکہ ورنہ:۔
"گھر کے کاروبار کو جیسا چاہیئے ویسا کرنا کرانا اور بموجب اصول طب صحت بخش خوراک کا بنانا یا بنوانا نہیں کر سکتیں۔ جس سے گھر میں کبھی بیماری پیدا نہ ہوئے" (ستیارتھ باب ۴ صفحہ ۵۵)

(۳)

"جب مہینے بھر میں حیض نہ آنے سے حمل ٹھیرنے کا یقین ہو جائے تب سے ایک برس تک عورت مرد ہمبستر ہرگز نہ ہوں کیونکہ ایسا ہونے سے اولاد عمدہ اور دوسری اولاد بھی ویسی ہی ہوتی ہے ورنہ ویریہ ضائع ہو جاتا ہے دونو کی عمر گھٹ جاتی ہے اور کئی قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۰۲)

(۴)

"ایک دوسرے (میاں بیوی) کی رضامندی سے بیاہ ہونے میں رنجیدگی بہت کم پیدا ہوتی ہے اور اولاد عمدہ ہوتی ہے۔" (ستیارتھ باب ۴ دفعہ ۱۷)

(۵)

"وہی لوگ لائق مبارکبادی اور اپنے فرائض ادا کرنے میں کامیاب گنے جاتے ہیں جو برہمچریہ۔ اعلیٰ تربیت اور علم کے ذریعہ اپنی اولاد کے جسم اور آتما کی طاقتوں کو پورے

طور پر بڑھاتے ہیں" (ستیارتھ باب۳ دفعہ ۱۲۰)

—— :(۶): ——

"اگر میں پہلی عمر میں ٹھیک ٹھیک برہمچریہ رکھونگا تو میرا جسم اور آتما مضبوط اور امراض سے بری رہیگا" (ستیارتھ باب۳ صفحہ ۵۸)

—— :(۷): ——

"جو ہمیشہ منکسر اور نیک مزاج رہتا ہے عالم اور بزرگوں کی خدمت کرتا ہے اسکی عمر۔ علم۔ نیک نامی اور طاقت یہ چار چیزیں ہمیشہ بڑھتی ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے ان کی عمر وغیرہ چار چیزیں نہیں بڑھتیں" (ستیارتھ باب۳ صفحہ ۵۳)

—— :(۸): ——

"اس اثنا میں مرد مجرد رہ کہ ویریہ کو ضبط رکھے جو عورت مرد اس طریقہ پر عمل کرینگے انکی اولاد عمدہ ہوگی اور ان کی درازی عمر اور طاقت و توانائی کی ترقی ہوتی ہی رہیگی جس سے کہ کل نسل عمدہ۔ طاقتور۔ باہمت۔ دراز عمر اور دھرم پر چلنے والی ہوگی۔ عورت یونی سنکوچ اور شودھن کرے اور مرد ویریہ کو ضبط رکھے پھر اولاد جتنی ہوگی وہ بھی سب افضل ہی ہوگی" (ستیارتھ پرکاش باب۴ صفحہ ۳۲)

—— :(۹): ——

"جس خاندان میں عورت سے خاوند اور خاوند سے عورت اچھی طرح خوش رہتی ہے اسی خاندان میں کل نصیبی اور اقبال مندی قیام کرتی ہے۔ جہاں فساد و شر رہتا ہے وہاں بدبختی اور مفلسی رہا کرتی ہے" (ستیارتھ باب۴ دفعہ ۷، ۴۶ صفحہ ۱۱۰)

—— :(۱۰): ——

"جس گھر یا خاندان میں عورتیں غمگین ہوکر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان جلد تباہ و برباد ہوجاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آنند سے پُرحوصلہ اور خوشی میں بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے" (ستیارتھ پرکاش باب۴ دفعہ ۴۸)

ان دس حوالجات سے واضح طور پر عیاں ہے۔ کہ سوامی جی کی بھی فطرت اس بات کے ماننے سے انکار کرتی تھی۔ کہ اختلافات اور امراض وغیرہ تناسخ کا نتیجہ ہیں تب ہی تو وہ مختلف اسباب ان بیماریوں وغیرہ کے بتا گئے۔ اے کاش آریہ سماج سوامی کی آگیا پر دھیان دے۔

چونکہ نجات (مکتی) اگر دائمی ہو تو تناسخ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسلئے سوامی دیانند صاحب نے نہایت زبردست فلسفانہ دلائل سے نجات کو محدود ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور چونکہ دائمی نجات کو اواگون (تناسخ) سے نہایت گہر تعلق ہے۔ اسلئے سوامی جی کے دلائل کا اس جگہ ذکر کرنا از بس ضروری ہے۔ مگر انکی تردید کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کو پڑھتے ہی ہر عقلمند پر ان کی غلطی واضح ہو جاتی ہیں بہرکیف وہ پانچ دلائل سوامی صاحب کے اپنے الفاظ میں یوں ہیں:-

اوّل " اور اگر مکتی سے لوٹ کر کوئی بھی جیو اس دنیا میں نہ آوے، تو دنیا کا سلسلہ ٹوٹ جانا چاہئے یعنی جیو ختم ہو جانے چاہئیں "

دوم " نیز مکتی کے مقام پر بہت سی بھیڑ بھاڑ ہو جائیگی۔ کیونکہ آمد زیادہ اور نکاس کچھ بھی نہ ہونے کیوجہ سے وہاں زیادتی کا کچھ وار پار نہیں رہیگا "

سوم " دکھ کے انوبھو کے بغیر سکھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کڑوا نہ ہو تو میٹھا کیا اور میٹھا نہ ہو تو کڑوا کس کو کہیں "

چہارم " ذرا سے علم اور ذرا سی طاقت والے جیو پر لا انتہا سکھ کا بوجھ رکھدینا ایشور کے لئے ٹھیک نہیں "

پنجم " کیا تھوڑی قید کی نسبت عمر بھر کی قید یا پھانسی (دائمی نجات پھانسی اور عمر بھر قید ہے؟ ناقل) کو کوئی سزا پانیوالا اچھا سمجھتا ہے " (ستیارتھ پرکاش باب ۹ دفعہ ۲۳-۲۴)

ان دلائل کو آریہ سماجیوں کے سامنے جب پیش کیا جائے وہ فوراً غرق خجالت میں غرق ہو جاتے ہیں اور سوامی کی عقل پر روتے ہیں۔ پس جب نجات دائمی ہے اور یہ ایک فطرتی مسئلہ ہے اسی لئے یجروید ۳۵ ؍ ۲۱ میں لکھا ہے " اے ایشور.... ہم لوگ.... سدا سکھ میں ہی رہیں " (آریہ بھوٗ صفحہ ۱۰۳) تو تناسخ کے باطل ہونے میں کیا شبہ ہے؟

اب ذیل میں آریہ سماج کے سامنے مسئلہ تناسخ کے متعلق بیس ۲۰ سوال پیش کئے جاتے ہیں کیا کوئی سماجی جواب دے سکتا ہے؟

آریہ سماج سے بیس ۲۰ سوالات
مسئلہ تناسخ پر

(۱) انسانی روح تب عمل کر سکتی ہے جبکہ وہ پہلے جسم اختیار کرلے۔ اور انسان کے مرکب اور

موجود ہونے سے پیشتر ان اشیاء کا ہونا ضروری ہے۔ جو اس کے لئے مدار زندگی ہیں مثلاً زمین غذا وغیرہ۔ سوامی دیانند جی نے بھی اس بات کو مانا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"سوال۔ انسان کی پیدائش پہلے ہوئی یا زمین وغیرہ کی؟

"جواب۔ زمین وغیرہ کی۔ کیونکہ زمین وغیرہ کے بغیر انسان کا قیام اور پرورش نہیں ہو سکتے" (ستیارتھ پرکاش باب ۸ دفعہ ۴۴ صفحہ ۲۴۴)

دوسری جگہ یجر وید ۱۳/۵ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایشور پہلے زمین کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسکی قدرت سے جیو بھی جسم اختیار کر لیتا ہے" (بھومکا صفحہ ۷۹)

اب گویا روح کے عمل سے پیشتر ان چیزوں کا ہونا مسلمۂ فریقین ہے۔ اب آریہ سماج بتلائے کہ آیا ایشور احسان بلا مبادلہ کرتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرتا تو بتلاؤ۔ کہ مندرجہ بالا اشیاء کس کے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ اگر کرتا ہے تو پھر تناسخ کا اعتقاد باطل ٹھہرا۔

(۳) جیو کو اس کے اعمال کی سزا میں تناسخ کے چکر میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن بانیٔ آریہ سماج تحریر کرتے ہیں:۔

"جو بدچلن آدمی ہے۔ وہ دنیا میں بھلے آدمیوں کے درمیان مذمت کو حاصل کرتا ہے دکھ بھوگ کر ہمیشہ بیمار رہ کر کم عمر والا ہوتا ہے" (ستیارتھ باب ۴ دفعہ ۹۱ صفحہ ۱۰۷)

گویا بدچلن اپنی بدچلنی کا دکھ اسی جنم میں بھوگ (اٹھا) لیتا ہے۔ بناء بریں بتلایا جاوے کہ پھر تناسخ کی کیا ضرورت ہے؟

(۴) تناسخ کی غرض گناہ کی لعنت سے آزادی بتلائی جاتی ہے تاکہ سزا اٹھا کر جیو بدکرداریوں سے باز آوے۔ اور گناہ سے بدون علم بچنا محال ہے چنانچہ سوامی صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

"جو شخص وید پڑھتا ہے اور انکے معنی ٹھیک طور پر جانتا ہے وہی شخص پوری راحت حاصل کرتا ہے اور علم کے طفیل گناہوں کو چھوڑ کر پاکیزہ اور نیک اطوار ہونیکی برکت سے مرنے کے بعد بھی فرحت پاتا ہے" (ستیارتھ باب ۳ دفعہ ۹۹ صفحہ ۷۶)

اب چاہیئے کہ ہر سزا یافتہ کو اس کے بھیے اعمال کا علم دیا جائے اور بتایا جاوے کہ ان افعال کے بدلہ میں تم کو یہ سزا دیگئی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا سزا پانیوالوں کو یہ علم دیا جاتا ہے تاکہ وہ "آئندہ را احتیاط" کر سکیں۔ اگر نہیں تو یا پرمیشر ظلم کرتا ہے اور بندوں کو اس قید

(ہندو مت) سے آزاد نہیں کرنا چاہتا تاکہ اسکا کارخانہ بند نہ ہو جاوے یا پھر تناسخ کا خیال ہی ایک وہم باطل ہے۔

(۴) اگر سکھ دکھ گذشتہ اعمال کا ہی نتیجہ ہے تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایشور کے پیارے اور رشی ہمیشہ دُکھ اُٹھاتے اور تکالیف کی زندگی گذارتے ہیں تمام پیشوایانِ مذاہب کا یہی حال ہے۔ اب یا تو مسئلہ تناسخ غلط ہے یا پھر یہ تمام رشی گذشتہ جنم میں نہایت بدکردار اور گنہگار تھے۔ تب ہی انکو یہ تکالیف اٹھانی پڑیں۔ دیکھیں آریہ سماج کس پہلو کو اختیار کرتی ہے ؛

(۵) تناسخ کے برحق ہونے کی صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ دنیا کی لذات اور نعمتیں ہمارے اعمال کا بدلہ اور ہماری نیک کرداریوں کا ثمرہ ہیں۔ اور ان سے فائدہ اُٹھانا اور ان لذات سے تمتع اور عیش و عشرت کی زندگی نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوگی۔ کیونکہ بصورت دیگر ہم ایشور کے ناشکر اور اسکی نعمتوں کے ناقدردان ہونگے۔ اور یہ ایک گناہ ہے۔ کیا آریہ سماج اپنے اصولوں کی بناء پر دنیوی لذات سے عیش و عشرت اڑانے کو جائز قرار دیگی۔ یا مسئلہ تناسخ کو غلط مانے گی۔ پہلی بات تو کسی صورت میں جائز نہیں قرار دیجا سکتی۔ کیونکہ سوامی جی لکھتے ہیں:-

"دنیا کی لذتوں کی کثرت کو جو دُکھ ہے سُکھ سمجھنا ... اودیا (جہالت) کہلاتا ہے" (ستیارتھ پرکاش باب ۹ دفعہ ۲ صفحہ ۲۵۸)

پس دوسری بات یعنی تناسخ کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے ؛

(۶) کیا مسئلہ تناسخ کو مان کر یعنی یہ اعتقاد رکھ کر کہ خدا تعالیٰ کسی قسم کا بھی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ نجات اور مکتی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ انسان بدون علم گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ اور تمام سچا علم ویدوں میں ہی ہے چنانچہ سوامی جی لکھتے ہیں:-

"وید تمام علوم کا مخزن ہیں۔ انکے علم و معرفت کے بغیر کسی کو سچا علم حاصل نہیں ہو سکتا" (بھومکا صفحہ ۱۹۸)

اور وہ ویدوں کے پڑھنے کے متعلق یہ ہدایت دیتے ہیں:-

"ایک ایک وید کو مع اسکے انگوں اور اپانگوں کے پڑھنے میں بارہ بارہ سال ملکر چھتیس (۳۶) سال میں ختم کرے" (ستیارتھ پرکاش باب ۳ دفعہ ۲۶ صفحہ ۴۷)

گویا خدا کے احکام کا سچا علم۔ نیکی و بدی کی معرفت ۳۶ سال میں حاصل ہوگی۔ کیا اس ۳۶ سالہ عرصہ کے گناہ اور بدیاں معاف ہو جائینگی کیونکہ وہ خدا کے بھگت تھے اور وید پڑھنے میں مصروف رہے؟ سوامی جی فرماتے ہیں:- ہرگز نہیں (ستیارتھ باب ۷ دفعہ ۷۴ صفحہ ۳۰۶)

ہر ایک جنم میں اویدوں کو نئے سرے پڑھنا پڑیگا اور گناہوں اور لاانتہا جونوں کا چکر اسی طرح جاری رہیگا۔ اور انسان جنم مرن کے دورِ تسلسل میں ہی رہیگا اور کبھی بھی مکتی حاصل نہ کر سکیگا ؛

(۷) سوامی دیانند جی عُمر بھر سوراج کے پیچھے پڑے رہے اور یہ حسرت لیکر ہی دارالبقاء کو جا سدھارے اور آج آریہ سماج بھی سوامی صاحب کی وصیت کے مطابق ہوم رول اور انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے ہمہ تن کوشاں ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ اگر مسئلہ تناسخ حق ہے اور سُکھ دُکھ گذشتہ اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ اور انگریزوں کو ایشور جی نے اس لئے حکومت دی ہے کہ ان کے اعمال ہی ایسے تھے۔ کہ وہ آریہ ورت پر حاکم ہوں تو یہ کوشش چہ معنی دارد؟ کیا ایشوری فیصلہ کو بدلنے کی کوشش ہے یا مسئلہ تناسخ ہی باطل ہے؟

(۸) مُکتی خانہ میں جاکر سب ارواح یکسان ہوتی ہیں چنانچہ سوامی جی لکھتے ہیں:-

"جیسے دنیا میں کوئی اعلیٰ کوئی ادنیٰ ہوتا ہے ویسا مکتی میں نہیں بلکہ سب مُکت جیو ایک سے رہتے ہیں" (ستیارتھ پرکاش باب ۹ دفعہ ۲۳ صفحہ ۳۱۸)

پھر جب خداتعالیٰ انکو سرشٹی کے آد (ابتداء) میں مُکتی خانہ سے نکالکر دنیا بناتا ہے۔ تو کس حالت اور عمر میں بناتا ہے؟ سوامی صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"جوانی کی عمر میں۔ کیونکہ اگر بچے پیدا کرتا تو انکی پرورش کے لئے دوسرے انسان درکار ہوتے اگر بوڑھے بناتا تو میتھنی سرشٹی نہ ہوتی اس لئے جوانی کی عمر میں پیدائیش کی" (ستیارتھ پرکاش باب ۸ دفعہ ۲۴ صفحہ ۲۷۴)

میتھنی سرشٹی کے لئے اور توالد و تناسل کے سلسلہ کے لئے جس طرح جوانوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر مرد و عورت کا امتیاز ضروری ہے۔ بتلاؤ! اگر مرد و عورت کا فرق تھا۔ تو وہ ان ارواح کے کن اعمال کے بدلے۔ اگر نہ تھا تو میتھنی سرشٹی کس طرح چلی؟

(۹) تناسخ کی رو سے حیوانات کے قالب قیدخانے ہیں جن میں انسانی ارواح مقید اور محبوس ہیں۔ اب پھر حیرت کا مقام ہے۔ کہ جو لوگ گوشت خوری کے ذریعہ ان قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں انکو گنہگار اور جیو ہتیا کرنیوالا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ان ارواح کے لئے ان سے بڑھ کر کوئی رحم دل اور مہربان نہیں ہو سکتا!

(۱۰) کہا گیا ہے کہ ایشور "رحم کا سمندر" ہے (ستیارتھ باب ۷ دفعہ ۸ صـ۲۴۲) لیکن مسئلہ تناسخ کو مان کر تو وہ "رحم کا قطرہ" بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ دریں صورت وہ نہ ہمارا دُکھ دُور کر سکتا ہے اور نہ ہمیں سُکھ دے سکتا ہے۔ یہ سب کاروبار تو ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ وہ تو صرف ایک بے اختیار مشین کی طرح ہے پس تناسخ کی صورت میں اسکو رحم سے کوئی نسبت نہیں؟

(۱۱) انسان جو روح اور مادہ سے مرکب ہے وہ ازلی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک وقت تھا جب انسان کچھ نہ تھا کیونکہ سوامی صاحب فرماتے ہیں :-

"جو زمین وغیرہ اشیاء ترکیب خاص سے ملکر بنی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وے ازلی کبھی نہیں ہو سکتیں جو شے کہ ترکیب سے بنتی ہے۔ وہ ترکیب سے پیشتر نہیں ہوتی اور تفریق و تقسیم کے اخیر میں نہیں رہتی" (ستیارتھ پرکاش [illegible])

انسان کے مرکب ہونے سے پیشتر اس کے اعمال تو ناممکن ہیں۔ اب بتلایا جاوے۔ کہ کن اعمال کے بدلہ روح اور مادہ کا اتصال ہوا۔ اور انکو مختلف شکلیں دی گئیں نیز یہ بھی بتایا جاوے۔ کہ روح اور ایشور یا مادہ اور ایشور کا اتصال کیوں نہ ہوا؟ مادہ اور روح کے کونسے اعمال ایسے تھے۔ کہ اتصال کا بوجھ انپر ہی ڈالا گیا؟

(۱۲) تناسخ کی صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ نظام عالم انسانوں کے طفیل ہی چل رہا ہے۔ اگر بدکار گناہ نہ کریں تو پرمیشر منہ تکتا رہ جائے۔ کیونکہ پھر وہ نباتات حیوانات کچھ بھی نہ بنا سکے۔ گویا گنہگار پرمیشر پر احسان عظیم کر رہے ہیں (العیاذ باللہ) ورنہ عورتیں تک پیدا نہ ہوتیں اور کارخانہ عالم درہم برہم ہو جاتا کیونکہ سوامی جی فرماتے ہیں :-

"جو عمدہ رجوگنی (ریاکار) ہیں وہ .... خوبصورت عورت کا جنم پاتے ہیں" (ستیارتھ باب ۹ [illegible])

(۱۳) مسئلہ تناسخ کے گھڑنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ نظام عالم کا چلنا ضروری ہے اور خدا روح اور مادہ پیدا کر نہیں سکتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ معدودے چند روحوں کو ہی بار بار چکر میں ڈالا جاوے تاکہ خدا بیکار نہ رہے۔ لیکن جس طرح اس مسئلہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ اسی طرح اس کی بنیاد بھی ریت پر ہے۔ بھلا جب ایشور سرو شکتیمان ہے۔ یعنی :-

"جس میں کامل طاقتیں موجود ہوں وہ سرو شکتی مان" ایشور ہے۔ چونکہ وہ ایسے کاموں کے کرنے میں کسی اور کی امداد نہیں چاہتا اپنی ہی طاقت سے اپنے تمام کام پورے کرتا ہے اسلئے پرماتما کا نام سرو شکتیمان ہے" (ستیارتھ پرکاش باب دفعہ ۸۱ صفحہ ۲۶)

تو بتاؤ! کیا وجہ ہے کہ وہ نئے ارواح پیدا کرنیکی کامل طاقتیں" نہیں رکھتا؟ جب کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مسئلہ تناسخ اور جسپر اسکی بنیاد ہے ہر دو باطل ہیں۔ اور "جس مذہب سے خدا پر الزام آوے وہ مذہب باطل ہے" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۷) پس ویدک دھرم باطل مذہب ہے۔

(۱۴) مسئلہ تناسخ کو مانتے ہوئے علم طب کو بیکار سمجھنا پڑیگا اور اس سے کام لیکر بیماریوں کا

جو ہمارے گذشتہ بُرے اعمال کی سزا ہیں علاج کرنا گویا ایشور کی مقررہ سزا کے نفاذ میں صریح مزاحمت ماننی پڑیگی اور یہ ایک سخت گستاخی اور کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا یا علم طب بیکار چیز ہے یا پھر مسئلہ تناسخ باطل ہے ٭

(۱۵) یجر وید ۵ میں لکھا ہے:۔

"اس تین قسم کے عالم کو ایشور نے بنایا ہے ان میں جس قدر غیر ذی شعور اور علم و احساس سے معرا کائنات ہے اسکو بشکل ذرات خلا پالا ئے زمین میں قائم کیا ہے یعنی تمام کرے خلا کے اندر قائم ہیں پرمیشور کا یہ کام قابلِ تحسین اور تسکر کے لائق ہے" (بھومکا ص ۱۸۳)

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب سب کچھ ہمارے ہی اعمال کے صلہ میں بنا ہے۔ ایشور نے تو احسان بلامعاوضہ کا نام تک نہیں لینا۔ تو اس کا کوئی کام کیونکر "قابل تحسین اور تسکر کے لائق" ہو سکتا ہے؟ کیا مسئلہ تناسخ غلط ہے یا وید منتر جھوٹ ہے؟

(۱۶) مسئلہ تناسخ کو مان کر مسئلہ دعا کو لغو اور بے فائدہ چیز ماننا پڑیگا۔ کیونکہ دعا کے ذریعہ یا تو کسی شر سے بچاؤ طلب کیا جاتا ہے یا کسی خیر کو مانگا جاتا ہے۔ اور ایشور سے ان دونو کی امید محال ہے۔ ویدوں میں ہزارہا دعائیں موجود ہیں۔ لکھا ہے:۔

"اے پرمیشر! آپکی عنایت سے ہمیں اس گرہ آشرم کے اندر گائے۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ جانور اور زمین۔ حواس۔ علم کی روشنی اور راحت و خوشی وغیرہ بخوبی حاصل ہوں"

(بھومکا ص ۱۵۲ بحوالہ یجر ۳/۴۳)

یجر ۴۳/۳ میں بہت سی دعاؤں کے بعد کہا ہے:۔

"ہم آپسے یہی پرارتھنا (استدعا) کرتے اور یہی مانگتے ہیں آپ ہماری ان تمام خواہشوں کو پورا کیجیے" (بھومکا ص ۹۶)

(۱۷) "جیو بالذات چیتن (ذی تعقل) ہے اور اس کے حواس علمیہ کا مجموعہ پیدا ہونے اور مرنے وغیرہ کی حالت میں بھی جیو (روح) کے ساتھ رہتا ہے" (ستیارتھ پرکاش باب ۹ دفعہ ۲ ص ۳۶۳)

یعنی روح کے حواس علمیہ اور جاننے اور یاد رکھنے کی طاقتیں ہر وقت اور ہر حالت میں اسکے ساتھ رہتی ہیں اب کیا کوئی آریہ سماجی بتا سکتا ہے کہ گذشتہ جنم میں وہ کیا اور کس جون میں تھا؟ اگر نہیں بتایا جا سکتا تو ماننا پڑیگا کہ یہ مسئلہ ہی ایک وہم ہے ٭

ایک سوال کا جواب | اس جگہ آریہ سماجی دوست کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر ہمارا نہ بتا سکنا اس بات

کی دلیل ہے کہ تناسخ باطل ہے تو تم اپنی زندگی میں سے فلاں سال یا فلاں مہینے کے ہی واقعات بتادو لیکن یاد رہے۔ کہ ہمارے سوال پر یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ اوّل تو یہ سوال بانی آریہ سماج کے مسلمات کی بناء پر ہے نہ محض عقلی۔ دوم۔ اس میں تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔ ہمارا مطالبہ پچھلے جنم کی تفصیلات کے متعلق نہیں۔ بلکہ ہم تو صرف اجمالی علم کا ہی مطالبہ کرتے ہیں یعنی صرف یہ بتادیا جاوے کہ ہم گذشتہ جون میں کیا تھے۔ اور آریہ سماج کا مطالبہ تفصیل کا ہے۔ گذشتہ سالوں کا اجمالی علم تو ہر ایک کو معلوم ہے۔ سوم ہمارے نزدیک چونکہ روح کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسکے حافظہ کے قویٰ ترقی کرتے ہیں اور ابتدائی کمزوری حافظہ کے باعث وہ ان واقعات کو بھول سکتی ہے مگر سوامی جی کے نزدیک تو اسکے قویٰ اور حواس علمیہ بلا کم وکاست ہر گھڑی اسکے ساتھ رہتے ہیں۔ چہارم۔ مانحن فیہ اعمال کی سزا کا معاملہ ہے۔ آریہ سماج مانتی ہے۔ کہ اس جنم میں ان کے گذشتہ جنم کے اعمال کی ان کو سزا مل رہی ہے۔ اس لئے ان کو تو ضرور ہی سابقہ جنم کی معرفت اور کم از کم اجمالی کیفیت معلوم ہونی چاہیئے۔ ہمارے نزدیک ان بھولے ہوئے واقعات کی حقیقی سزا کے وقت وہ ہم کو یاد ہونگے ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ٭

نئی الجھن ہم اپنے مطالبہ کو واپس لے سکتے ہیں بشرطیکہ آریہ سماج اعلان کردے۔ کہ مندرجہ ذیل وید منتر جھوٹ ہے:۔

"اے مالک جہان! جیسے ہم پچھلے جنم میں زبردست یاد رکھنے والی قوت حافظہ عقل عمدہ سڈول جسم اور حواس رکھتے تھے۔ ہمارے اس دوسرے جنم میں بھی ویسی ہی عقل اور ہر فعل کو انجام دینے کی قوت عطا ہو" (بھومکا صفحہ ۱۳۳ بحوالہ اتھروید $\frac{۱۷}{۱}$)

اب "نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن" والا معاملہ ہوگیا ہے۔ یا تو "زبردست یاد رکھنے والی قوت حافظہ" کے ذریعہ گذشتہ جون کا علم دیا جاوے یا پھر تسلیم کرلیا جائے۔ کہ پرمیشر جھوٹا اقرار کراکے جھوٹ سکھاتا ہے ٭

(۱۸) ماہرین طبیعیات کو معلوم ہے۔ کہ حشرات الارض کس کثرت اور فراوانی سے روئے زمین پر موجود ہیں۔ پھر بحری کیڑوں مکوڑوں کا تو کوئی حد حساب ہی نہیں۔ اب اگر یہ سب انسانی ارواح تسلیم کرلیجادیں۔ تو پھر زمین اپنی گنی گنی زیادتی کے باوجود ان کے انسانی قوالب میں آکر سمانے کے لیئے کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا ایشور ان کو انسان بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا؟ یا مسئلہ تناسخ باطل ہے۔ کیونکہ نیچر کی ناقابل تردید شہادت اس کا ابطال کررہی ہے ٭

(۱۹) موسم برسات میں کیڑوں کی کثرت ہوتی ہے کیا ان دنوں کوئی خاص گناہ کثرت سے کیا جاتا ہے؟ عرب کے گھوڑے۔ کابل کے چنے۔ بمبئی کے آم وغیرہ خصوصیات ممالک اگر تناسخ کے نتیجہ میں ہیں تو بتانا چاہیئے۔ کہ کن گناہوں کو وہ سنوار کرادا کرتے ہیں تاکہ انکی فیکٹریاں پنجاب میں بھی کھولدی جائیں۔ افعالِ قدرت تناسخ کو دھکے دے رہے ہیں کاش آریہ دوست سمجھیں ؛

(۲۰) تناسخ کو ماننے سے جہاں مجددِ الٰہی کو جواب دیکر اس کو کینہ ور ہستی ماننا پڑتا ہے۔ وہاں پر اخلاق فاضلہ بھی مٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ تناسخ کو مان کر نہ کسی کا احسان سمجھا جاسکتا ہے نہ مروت۔ ماں باپ۔ اُستاد وغیرہ محسنین کے حقوق پامال ہوجائینگے۔ کیونکہ اندریں صورت انہوں نے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ یہ سب ہمارے اعمال کا بدلہ تھا (نعوذ باللہ) پس مسئلہ تناسخ ہر پہلو سے باطل ہے ؛ خاکسار اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان۔

شذرات

ہستی باری تعالیٰ پر فلاسفران یورپ

"خدا تعالیٰ ہمارے حسّ اخلاقی کا اصول موضوعہ ہے ہمارے ضمیر کا تقاضا یہ ہے کہ ایک پاک اور اخلاقی صفات سے متصف ہستی موجود ہی جس نے نیکی اور بدی کا قانون دنیا میں نافذ فرمایا ہے۔" (فلاسفر ایمونیل کینٹ)

"خدا کی ہستی اور انسان کے غیر فانی ہونے کے متعلق فقط وہی دلائل سچے اور لاجواب ہیں جو انسان کی نیچر پر مبنی ہیں۔" (سر ولیم ہملٹن)

"کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکا کہ ضمیر انسانی محض خیالوں اور رسموں کا نتیجہ ہے مل بین اسپنسر اور ڈاروِن ان میں سے کوئی یہ نہ دکھا سکا کہ ضمیر لوگوں کے بنائے ہوئے قانون کا نام ہے۔" (ڈاکٹر فلنٹ)

"عقلائے جہان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مارل (قانون اخلاق) یعنی ضمیر کسی انسان یا کسی قوم نے وضع نہیں کیا بلکہ وہ ازلی خدا کا ازلی قانون ہے جسکی پابندی تمام دنیا پر عائد کی گئی ہے اسکا مبدأ اوّل خدا ہے۔" (سسرو)

"دنیا میں الحاد کے پیرو زیادہ ہوتے یعنی تمام دنیا ملحد ہوتی اور خدا کی ہستی کا خیال ایک نئی تعلیم یا بدعت کے طور پر سامنے آتا اور کفر والحاد کی عالمگیر حکومت کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتا تو اس حالت

میں یہ بات قرین انصاف ہوتی کہ بارثبوت معتقدان (ذات باری) خیال جدیدہ یا نوزائیدہ کے ذمہ ہوتا لیکن معاملہ بنوع دیگر ہے خدا کی ہستی کا اعتقاد کوئی جدید تعلیم نہیں ہے جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اسوقت سے خدا پرستی موجود ہے پس خدا کی ہستی کا اعتقاد ہمیشہ سے انسان کے دل و دماغ پر مسلط چلا آرہا ہے اب اگر کوئی اِکّا دُکّا منچلا آدمی کوئی نئی تھیوری پیش کرتا ہے یعنی خدا کا انکار کرتا ہے تو بارثبوت اس کے ذمہ ہے کہ وہ خدا کا نہ ہونا بدلائل عقلیہ ثابت کرے۔" (مسٹر مشیلنڈ)

ترکی لیڈروں کی ہرزہ درائی آئین محمدی کے خلاف

ہمارے ہندی لیڈر اور علماء ترکوں کو اسلام کی ناک اور مصطفےٰ کمال پاشا کو "مجدد خلافت" قرار دے رہے تھے۔ اور ترکوں کا یہ حال ہے کہ اقتدار پاتے ہی کھل کھیلے ہیں۔ تمام دینی مکاتب بند کردیئے۔ انگریزی ٹوپی کا رواج حکماً دے دیا۔ جمعہ کی تعطیل کو تضیع اوقات قرار دیا۔ پردۂ نسواں کو اُٹھا دیا۔ ایک سے زیادہ نکاح کو منع کردیا۔ اب تو صریح کفر و الحاد پر اُتر آئے ہیں اور اپنی مسجود فرانسیسی لعینتوں کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ حال ہی میں کمال پاشا نے انگورا میں قانونی سکول کا افتتاح کیا اس موقعہ پر وزیر انصاف نے اعلان کیا۔ کہ "قانون کا جو معیار عرب لوگوں (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ریگستانوں میں "ایجاد کیا ہے فی الحقیقت ترکی قوم کے موافق نہیں ان کے لئے ہمیں غیر ضروری طور پر مجبور کیا گیا تھا کہ ہم انہیں اپنے مذہبی اصولوں کے طور پر استعمال کریں (پرتاپ ۵ دسمبر بحوالہ پائنیر)

اے کاش ترکوں کو معلوم ہوتا کہ عرب کے ریگستان کے اُمّی نبی (صلعم) نے جو قانون بتایا وہ خود ساختہ نہیں بلکہ اس خدائے علیم و حکیم نے اسکی تاسیس کی جس نے ترکوں کو پیدا کیا اور وہ گل و گلزار بھی اسی کا عطیہ ہیں جن پر ترکوں کو اسقدر بیجا ناز ہے دانایان فرنگ کی مجموعی دماغی قوتیں بھی اس اعلیٰ درجے کا قانون نہیں بنا سکتیں جو عرب کے اُمّی نے ہم تک پہنچایا مگر دیکھنے کے لئے آنکھیں سمجھنے کے لئے دماغ چاہئیں اور یہ ترکوں کے مسخ ہوچکے ہیں کیا تنظیم و زمیندار اب بھی ان ملحدین کو اسلامی کشتی کے کھیوا ہی کہے جائینگے ؟

دستے از غیب بروں آید و کارے بکند

"آج کل اختلاف کی وبا عالمگیر ہو رہی ہے۔ اور ہندوستان کی تمام قومیں اس وبا سے متاثر ہو رہی ہیں۔ سکھ گوردواروں کے قانون پر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مسلمان مسئلہ نجد و حجاز پر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو رہے ہیں۔ ہندوؤں میں سناتن دھرمی اور آریہ سماجی کا سوال پیدا ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ اینگلو انڈین حضرات اور یوروپین ایسوسی ایشن والوں کے

درمیان بھی وجوہ اختلاف پیدا ہو رہی ہیں۔ کانگرس میں تغیر پسند مخالفین تغیر۔ سوراجی اور جوابی تعاون والے مل ملا کر ایک شور قیامت برپا کر رہے ہیں۔ کانگرس سے باہر ایک طرف مسٹر محمد علی جناح اپنی جماعت بنا رہے ہیں دوسری طرف بابو بپن چندر پال کو لیڈری کا شوق چرا رہا ہے۔ کہیں جوبلی منائی جا رہی ہے۔ کوئی لیلائے تنظیم کا ممنون بن رہا ہے۔ کوئی سنگھٹن کی دیوی پر نثار ہو رہا ہے۔ غرض ملک بھر میں ایک ہنگامہ محشر برپا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اختلاف در اختلاف کا سلسلہ کہاں جا کے رُکیگا۔

امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام نے مہاتما گاندھی کو لکھا۔ کہ آپ اختلافات کو دُور کرنیکی کوئی تدبیر کریں۔ مہاتما جی آجکل سرتاپا مایوسی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ آپنے لکھدیا۔ کہ میں اتحاد سے مایوس ہو چکا ہوں۔ اور یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اب اتحاد کسی ایسے نامعلوم طریقہ سے ہوگا جس سے ہم سب ابھی بیخبر ہیں۔" (زمیندار ۲ر دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء)

آہ! ان بیخبروں کو کوئی خبر دے کہ وہ دست غیب ظاہر ہو چکا ہے ہر قسم کے ملکی مذہبی دینی دنیاوی اختلافات مٹانے کا ایک ہی طریق ہے کہ اس پیغام کو سنا جائے جو تمام قوموں کو وحدت کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کے لئے مصلح آخر زمان نے دیا۔ بغیر اسکے کبھی یہ اختلافات رفع نہ ہونگے۔ اور نہ اس طوفان بے تمیزی میں امن و سکون کی جودی پر رسائی ہوگی۔

نبی کریم کے سوانح حیات

حضور پُرنور کی زندگی کے ایک ایک واقعہ کے متعلق اسلامی مؤرخوں نے ایک آزاد تحقیق کی ہے آپ کی وفات کی تاریخ کے متعلق دوشنبہ کا دن تو مسلم ہے مگر تاریخ میں اختلاف ہے ایک صاحب نے مشرق میں طویل مضمون شائع کیا ہے جسکا نتیجہ بمفصلہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہے:۔

نام واقعہ	تاریخ قمری مع روز	عمر شریف کے دنوں کی تعداد	تاریخ شمسی
ولادت مبارک	۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ	......	دوشنبہ ۲۰ر مئی سنہ ۵۷۱ء
آغاز نبوت	۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ	۱۴۱۷۶	دوشنبہ ۱۲ر فروری سنہ ۶۱۰ء
روز ہجرت	۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ	۱۸۶۸۴	دوشنبہ ۲۸ر اکتوبر سنہ ۶۲۲ء
واقعہ بدر	شنبہ ۱۷ر رمضان سنہ ۲ھ	۱۹۳۱۹	شنبہ ۱۴ر مارچ سنہ ۶۲۴ء
حجۃ الوداع	جمعہ ۹ر ذالحجہ سنہ ۱۰ھ	۲۲۳۳۷	جمعہ ۲۰ر مارچ سنہ ۶۳۲ء
وفات	دوشنبہ ۱۲ر ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	۲۲۳۱۷	دوشنبہ ۸ر جون سنہ ۶۳۲ء

امکان نبوت غیر در امت

نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے نسل آدم کو وقتاً فوقتاً ملتا رہا۔ تاکہ ان کی اصلاح ہو۔ اور ان کا رشتہ اپنے خالق سے مضبوط ہو جاوے۔ جب کبھی نوع انسان پر تاریکی کا غلبہ ہوا۔ خدا تعالےٰ نے انبیا کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے تاریکی کو پاش پاش کر کے نور پھیلایا۔ بدقسمتی سے موجودہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہ خیال کر بیٹھے ہیں۔ کہ آئندہ غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتے۔ حالانکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی ضمانت موجود نہیں کہ آئندہ گمراہی نہیں پھیلیگی۔ اگر کوئی یہ ثابت کردے۔ کہ آئندہ "یفشوا الکذب والجھل" اور "لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ" کا زمانہ آنیوالا نہیں تھا۔ تو ہمیں ان کا دعویٰ ماننے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن تعجب اور حیرت کی بات تو یہی ہے۔ کہ وہ فتن و شرور اور ضلالت کے دروازے تو کھلے مانتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اگر کوئی دروازہ بند کیا گیا۔ تو وہ نبوت کا دروازہ تھا! یا للعجب!

ہمارے نزدیک شریعت اسلامیہ مکمل عالمگیر اور ہمیشہ محفوظ رہنے والی شریعت ہے۔ ملعون ہے وہ انسان جو اُس نبوت کا مدعی ہو جس سے کہ دین الرسول منسوخ اور قرآن مجید مہمل کتاب قرار دینی پڑے ہم محض اس نبوت کے اجراء کے قائل ہیں۔ جو رسول کریم صلعم کی غلامی اور اتباع میں ملتی ہے۔ اور وہ قرآنی شریعت کے نفاذ میں رخنہ انداز نہیں۔ اور ایسی نبوت قرآن پاک سے ہمیشہ کے لئے جاری و ساری

ثابت ہے۔ پس بھائیو! شیطان آپ کو ہماری طرف غلط عقائد منسوب کرکے راہ حق سے نہ روکے۔

قرآن مجید متعدد مقامات پر اس بات کا اعلان فرماتا ہے۔ کہ ایسی نبوت قطعاً بند نہیں۔ بلکہ جاری ہے۔ اور آج ہم اپنے اس دعوے کے ثبوت میں نصوص قرآنیہ سے ہی بارہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ضعف و وضع کا شبہ بھی نہ رہے جس کے لکھنے کا ہم ٹریکٹ نمبر ۳ میں وعدہ کر چکے ہیں۔ واللہ الموفق وھو المعین ؀

پہلی دلیل:- اللہ تعالیٰ جو دعا خود سکھلائے۔ اس کو وہ ضرور منظور فرماتا ہے۔ ورنہ اس کا سکھلانا عبث اور بیکار ٹھہرتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے کہلایا ہے " اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" کہ اے مولا ہمیں اس راہ پر چلا جس پر چلکر پہلے منعم علیہم لوگ انعام پا چکے ہیں۔ یعنی جو انعام پہلوں کو دئے گئے۔ وہ سب بلا کسی کمی کے ہم کو بھی دئے جاویں۔ پہلے لوگوں مثلاً بنی اسرائیل کو خدا تعالےٰ نے دو کامل انعام دئے تھے۔ (۱) نبوت (۲) حکومت۔ جیسے فرمایا۔ یاقوم اذکروا نعمۃَ اللہِ علیکم اذ جَعَلَ فیکم انبیاءَ وَجَعَلَکُمْ مُلُوْکًا (مائدہ ع ۴) کہ اے قوم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو۔ کہ اس نے تم میں نبی بنائے۔ اور تم کو بادشاہ بنایا۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ امت مرحومہ فیضان نبوت سے محروم ہے۔ تو اس کے صاف لفظوں میں یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خود دعا سکھلا کر اس کو رد کر دیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہو جائیگا۔ کہ مسلمانوں کا "خیر امۃ" (سب امتوں سے افضل) ہونا بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس صورت میں انعام کے پانے میں ان کو بنی اسرائیل سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔ اور چونکہ یہ دونوں صورتیں ہمارے مخالفین کو بھی مسلم نہیں۔ لہذا ماننا پڑیگا۔ کہ نبوت ممکن اور جاری ہے۔

دوسری دلیل:- فرمایا۔ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ مَن یشاءُ فامنوا باللہِ ورسلہٖ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم (آل عمران ع ۱۸) اے مومنو! اللہ تعالےٰ تم کو براہ راست اپنے غیب پر مطلع نہیں کرے گا بلکہ وہ جس کو چاہے گا۔ اس کو رسول منتخب کریگا۔ (اور تم کو غیب بذریعہ رسولوں کے معلوم ہوگا) پس تم اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لانا۔ اور اگر تم ایمان لاؤگے۔ اور تقوےٰ کروگے تو تمہارے لئے بڑا اجر ہوگا۔ دیکھیئے اللہ تعالےٰ نے کس وضاحت کے ساتھ رسولوں کی آمد کی بشارت دی ہے۔

بلکہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔ علامہ ابو حیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ " وَظَاهِرُ الْآيَةِ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنْ اَنَّهٗ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ يُمَيِّزُ بَيْنَ الْخَبِيْثِ وَالطَّيِّبِ اَخْبَرَ اَنَّكُمْ لَا تَدْرِكُوْنَ اَنْتُمْ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى لَمْ يُطْلِعْكُمْ عَلٰى مَا اَكَنَّتْهُ الْقُلُوْبُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالنِّفَاقِ وَلٰكِنَّهٗ تَعَالٰى يَخْتَارُ مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَشَاءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلٰى ذَالِكَ فَيَطَّلِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ الرَّسُوْلِ"

اور پھر فاٰمنوا باللہ ورسلہٖ کے نیچے لکھا ہے۔

"لَمَّا ذَكَرَ اَنَّهٗ تَعَالٰى يَخْتَارُ مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَشَاءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ اَمَرَ بِالتَّصْدِيْقِ بِالْمُجْتَبٰى" (البحر المحیط جلد ۳ ص ۱۲۶، ۱۲۷)

یعنی آیت کے واضح معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہی خبیث اور طیب میں فرق دکھلاتا ہے۔ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اس نے تم کو دلوں کی مخفی باتوں ایمان و نفاق پر مطلع نہیں کیا۔ لیکن وہ رسولوں کو منتخب کر کے ان کو علم دیتا ہے۔ اور دیگا۔ اور تم اس غیب پر رسول کے جانب سے ہی مطلع ہو سکتے ہو۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں رسولوں کو منتخب کروں گا۔ تو (آمنوا باللہ ورسلہ میں) ان کی تصدیق اور ماننے کا بھی حکم فرمایا۔

اب دیکھئے یہ کس قدر واضح اور بین دلیل ہے۔ پر افسوس ان پر جو پھر بھی صداقت کے منکر نفا میں

تیسری دلیل۔ ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا (نساء ۴ع)

کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلعم کی اطاعت کرینگے۔ وہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جائینگے۔ جن کے چار درجے ہیں۔ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ یعنی امت محمدیہ کے برگزیدہ لوگ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح ہونگے۔ حیرت ہے کہ اس قدر کھلی بشارت کے ہوتے ہوئے کیونکر تصور کر لیا گیا۔ کہ امت مرحومہ اعلیٰ روحانی نعمت (نبوت) سے محروم ہے۔ اور "من یطع اللہ والرسول" کا کوئی فرد بھی نبی کا نام نہیں پا سکتا۔

اگر یہ اعتراض ہو۔ کہ اس جگہ تو مَعَ کا لفظ ہے۔ یعنی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے نہ کہ

خود ان میں سے ہی ہو جائینگے۔ تو اس کے چار جواب ہیں۔

(۱) اگر مَعَ کی پناہ لیکر انبیاء کا انکار کرو گے تو پھر صدیقوں شہداء اور صالحین کا بھی انکار کرنا پڑیگا اور ماننا پڑیگا کہ "خیر امت" نہ صرف نبوت سے بلکہ ہر روحانی فیض سے بے نصیب ہے۔ (نعوذ باللہ) کیونکہ ان کے لئے بھی تو یہی مَعَ کا لفظ ہے۔

(۲) جس معیت کا اس آیت میں ذکر ہے (یعنی معیت مراتب) اگر وہ غیر نبی کو نبی کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس آیت میں چار درجوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے ان کی معیت بتلانا محض عبث تھا۔ لہذا ضروری ہے۔ کہ امت میں نبی بھی ہوں۔ جو کہ "النبیین" کی معیت منزلی میں شریک ہوں۔

(۳) اگر ہم میں کوئی نبی آنا نہیں۔ تو پھر ہم کو ان کی معیت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ پس معیت ظاہری کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ انبیاء کی بعثت کا امکان مانا جاوے۔ وہو المراد۔

اگر قیامت کی معیت مراد لی جاوے۔ تو وہ صرف آنحضرت صلعم کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم (بنی اسرائیل ع ۸) کہ قیامت کے روز ہم تمام جماعتوں کو ان کے نبی اور پیشوا کے ساتھ بلائینگے۔ "النبیین" کی معیت تو پھر بھی نہ ہوئی۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ایسے نبیوں کا امکان تسلیم کیا جاوے جو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔

(۴) مع کا لفظ عربی زبان میں "مِن" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ لَمْ یَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ (اعراف ع ۲) کو دوسری جگہ یوں ادا کیا گیا ہے۔ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (الحجر ع ۳) اور آیت متنازعہ فیہا میں قرائن تو یہ اور سیاق الکلام کیوجہ سے مَعَ بمعنی مِنْ ہی ہے پس یہ آیت امکان نبوت کے ثبوت میں نص صریح ہے۔

علامہ امام راغب نے بھی ہمارے معنوں کی تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "وَاَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیّٖنَ بِقَوْلِہٖ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ" یعنی امام راغب نے کہا۔ کہ "من النبیین" "من یطع اللہ" سے متعلق ہے۔ یعنی جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نبیوں صدیقوں وغیرہ میں سے ہے۔

علامہ ابو حیان اس پر لکھتے ہیں۔

وَلَوْ کَانَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ مُعَلَّقاً بِقَوْلِہٖ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَکَانَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ تَفْسِیْراً لِمَنْ فِیْ قَوْلِہٖ وَمَنْ یُّطِعْ فَیَلْزَمُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ زَمَانِ الرَّسُوْلِ اَوْ بَعْدَہٗ اَنْبِیَآءُ یُطِیْعُوْنَہٗ" کہ امام راغب کی رو سے مِنَ النَّبِیِّیْنَ "مَنْ" کی تفسیر واقع ہوتا ہے۔ اور اس سے لازم آتا ہے۔ کہ رسول کریم کی اطاعت کرنے والے رسول آتے رہیں"۔

(البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷)

چوتھی دلیل:۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت بتلائی ہے۔ وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا (بنی اسرائیل ع ۲) کہ ہم عذاب سے پیشتر رسول مبعوث کیا کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہ سکیں۔ ربّنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتّبع اٰیاتک من قبل ان نذلّ ونخزٰی (طہٰ ع) کہ اے خدا اگر تو عذاب سے پیشتر کوئی نبی بھیجتا تو ہم اس کی بات مانتے اور تیری آیات کی پیروی کرتے۔ اس سنت کو بیان فرمانے والا خدا اس کے بعد فرماتا ہے۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا (بنی اسرائیل ع ۶) کہ کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت کے دن سے پیشتر ہلاک نہ کریں۔ یا سخت عذاب ان پر نازل نہ کریں۔ گویا عالمگیر عذابوں کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے نتیجہ صاف ہے۔ کہ قیامت سے پیشتر رسولوں کا آنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

پانچویں دلیل:۔ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس" (الحج ع ۱۰) اللہ تعالےٰ رسول منتخب کرتا رہیگا۔ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے۔ کیا ہی اندھیر ہے کہ منکرین اجراء نبوت فرشتوں کے رسول بننے کو تو ہمیشہ کیلئے جاری سمجھتے ہیں۔ مگر آیت کے دوسرے حصہ "ومن الناس" کو شائد غلط سمجھتے ہیں۔ کہ انسانوں کی رسالت کو ممتنع قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو مضارع کا صیغہ رکھکر واضح کر دیا ہے۔ کہ رسالت کا سلسلہ پیچھے رہ نہیں گیا۔ بلکہ آگے بھی جاری ہے ماضی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔

چھٹی دلیل: فرمایا۔ یلقی الروح من امرہٖ علٰی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (مومن ع ۲) کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے۔ اور چاہیگا۔ روح القدس نازل کریگا۔ تاکہ وہ لوگوں کے لئے نذیر بنے۔ اور ان کو ملاقات کے دن سے ڈراوے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روح القدس کے نزول